قیمت: ۴۰ روپے

پاکستان کا سب سے زیادہ پڑھا جانے والا خواتین کا مقبول ترین ہفت روزہ

خواتین کا اسلام

1080

بدھ 12 رجب المرجب 1445ھ مطابق 24 جنوری 2024

مقبروں کی چھاؤں میں رہتی مساجد

قدم قدم پر روشن ستارے ہیں!

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

القرآن

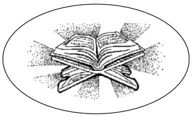

اسراف مت کرو!

ایک فریق کو تو اُس نے ہدایت دی اور ایک فریق پر گمراہی ثابت ہوچکی۔ اُن لوگوں نے اللہ کو چھوڑ کر شیطانوں کو رفیق بنالیا اور سمجھتے یہ ہیں کہ ہدایت یاب ہیں۔ اے بنی آدم! ہر نماز کے وقت اپنے تئیں مزین کیا کرو اور کھاؤ اور پیو اور بے جانہ اُڑاؤ کہ اللہ بے جا اُڑانے والوں کو دوست نہیں رکھتا۔

(سورۃ الاعراف، آیات: 30،31)

الحدیث

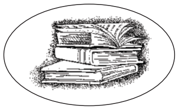

مال یتیم میں اسراف

حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہما کہتے ہیں کہ ایک صاحب دربارِ نبوت میں حاضر خدمت ہوکر عرض کرنے لگے:
''حضرت! میں ایک محتاج شخص ہوں، میری زیر کفالت ایک مالدار نابالغ یتیم بچہ ہے، کیا میں اس کے مال سے کھا پی سکتا ہوں؟''
نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:
''یتیم کا مال استعمال کر سکتے ہو مگر اسراف اور فضول خرچی کرنے کی اجازت نہیں۔''

(سنن نسائی)

مولانا مفتی محمد ابراہیم صادق آبادی

اسلام میں میت کی عزت:

سوال: گزشتہ دنوں ایک ویڈیو میں ایک عجیب منظر دیکھا کہ ایک جگہ جنازہ رکھا ہے، ارد گرد کافی لوگ جمع ہیں، ان میں ایک شخص ڈنڈا ہاتھ میں لیے آگے بڑھا اور چارپائی پر پڑی میت کی پٹائی شروع کردی۔ پوری قوت سے ڈنڈے برساتا رہا، پھر دوسرا شخص ڈنڈا لیے آگے بڑھا اس نے بھی یہی عمل کیا، پھر تیسرا پھر چوتھا پھر...... یکے بعد دیگرے کئی لوگوں نے میت کی پٹائی کی۔ یہ منظر دیکھ کر ہم سکتے میں آگئے۔ بتایا گیا کہ یہ سیاہ فام افریقی کسی عیسائی فرقے سے تعلق رکھتے ہیں۔ ان کا عقیدہ ہے کہ میت کو اس طرح دنیا میں سزا دے دی جائے تو وہ آخرت کی سزا سے بچ جاتا ہے، آپ اس پر روشنی ڈالیں، دین اسلام اس بارے میں کیا کہتا ہے؟ (ام رمیثہ۔ صادق آباد)

جواب: میت کو اسلام میں جو عزت دی گئی ہے، وہ دنیا کے کسی مذہب وملت میں نہیں دی گئی، چنانچہ کسی مسلمان کے دنیا سے رخصت ہوتے ہی اس کے اعزہ ولواحقین کو پابند کیا گیا ہے کہ میت کو فوری طور پر عمدہ طریقے سے غسل دے کر خوشبو لگا کر نئے کپڑوں میں کفنا کر اجتماعی صورت میں نمازِ جنازہ ادا کریں، پھر اجتماعی صورت ہی میں قبرستان لے جاکر پورے اعزاز کے ساتھ سپرد خاک کریں۔ باقی سوال میں جو منظر ذکر کیا گیا دین اسلام بلکہ دنیا کے کسی دین ومذہب میں ایسی درندگی کا کوئی تصور نہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے میت کی ایذا رسانی کو ایسا ہی گناہ قرار دیا جیسا زندہ انسان کی ایذا رسانی کو، چنانچہ ارشاد فرمایا: لان یجلس احدکم علی جمرۃ فتحرق ثیابہ فتخلص الی جلدہ خیر من ان یجلس علی قبر (مسلم) تم میں کوئی شخص دہکتے انگارے پر بیٹھ جائے جو اس کے کپڑوں کو جلا کر جلد تک پہنچ جائے، یہ اس سے بہتر ہے کہ کسی قبر پر بیٹھے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ارشاد ہے: لان اطأعلی جمرۃ احب الی من ان اطأعلی قبر مسلم (طبرانی فی الکبیر باسناد حسن) میں جلتے انگارے پر پاؤں رکھ دوں یہ مجھے پسند ہے اس سے کہ کسی مسلمان کی قبر پر پاؤں رکھوں۔ حضرت عمارہ بن حزم رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں میں ایک قبر پر بیٹھا تھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ دیکھ کر ارشاد فرمایا: اے قبر (پر بیٹھنے) والے! قبر سے اترو، نہ صاحب قبر کو ایذا دو، نہ وہ تمہیں ایذا دے۔ (طبرانی فی الکبیر)

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کسر عظم المیت ککسرہ حیا (ابوداؤد، ابن ماجہ، ابن حبان) میت کی ہڈی توڑنا ایسا ہے جیسے زندہ کی ہڈی توڑنا۔ مزید آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے: اذکروا محاسن موتاکم وکفوا عن مساوءھم (ابوداؤد، ترمذی، ابن حبان) ''اپنے مردوں کی خوبیوں کا تذکرہ کرو ان کی خامیوں (کے تذکرے) سے باز رہو۔''

نیز فرمایا: لاتسبوا الاموات فانھم افضوا الی ماقدموا۔ (لابن حبان)

''مردوں کو برا بھلا مت کہو، اس لیے کہ وہ اپنے کیے کو پہنچ چکے ہیں۔'' پھر میت پر ڈنڈے برسا کر یہ عقیدہ رکھنا کہ اس سے اس کی نجات ہوگی اور آخرت کے عذاب سے وہ چھٹکارا پا جائے گا کس قدر عجیب اور مضحکہ خیز عقیدہ ہے؟ نجات کا واحد وسیلہ ایمان واعمال ہیں، ایک شخص ایمان وعمل سے تہی دست گناہوں کے انبار لے کر دنیا سے چلا جاتا ہے تو بے جان لاش کو مارنے سے ان گناہوں کا تدارک ہوجائے گا؟ بالخصوص اہل حقوق کی حق رسی ہوجائے گی؟ مختصر یہ کہ میت کو مارنا ایک لغو و لایعنی حرکت ہے اسے ذریعۂ نجات سمجھنا خود فریبی کے سوا کچھ نہیں۔ واللہ الہادی الی سبیل الرشاد۔

میاں بیوی کی گواہی ایک دوسرے کے حق میں:

سوال: میاں بیوی کی گواہی ایک دوسرے کے حق میں قابل قبول ہے یا نہیں؟

جواب: میاں بیوی کی گواہی ایک دوسرے کے حق میں قابل قبول نہیں۔ لاتقبل شھادۃ احد الزوجین للاخر لان الانتفاع بینھما متصل فتقع الشھادۃ لنفسہ من وجہ ولوجود التھمۃ۔ (الفقہ الحنفی وادلتہ ص ۴۰)

جو عورت دنیا میں خاوند کو نہیں چاہتی، وہ جنت میں کس کی منکوحہ ہوگی؟

سوال: اگر میاں بیوی مومن ومتقی اور جنتی ہیں، لیکن بیوی کے دل میں انقباض وتنفر ہے، خاوند کو دل سے نہیں چاہتی تو کیا جنت میں وہ مرضی کی شادی کرے گی یا اسی خاوند کے ساتھ رہنے پر مجبور کی جائے گی؟

جواب: خاوند سے نفرت کرنے والی بیوی اگر جنت میں گئی تو بدستور اسی خاوند کی بیوی رہے گی۔ اللہ تعالیٰ اس نفرت وکراہت کو محبت سے بدل دیں گے۔ ونزعنا مافی صدورھم من غل...!

★★★

سیمی زاہد

قدم قدم پر روشن ستارے ہیں!

بچپن میں اکثر بڑوں اور بزرگوں کو آہیں بھرتے سنا کرتے تھے کہ ہمارا بھی کیا وقت تھا۔ آج کل کی زندگی بھی کوئی زندگی ہے۔ جبکہ ہمیں اپنے بچپن کی زندگی بڑی شاندار لگا کرتی تھی۔

کچھ آگے بڑھے تو ہم بڑوں کو ترحم آمیز نظروں سے دیکھ کر 'ناسٹلجیا' کا شکار قرار دے دیتے۔

شومئ قسمت، وقت اپنے ساتھ گھماتا پھراتا آج ہمیں بھی ناسٹلجیا کی دہلیز تک لے آیا ہے۔ ہمیں بھی اپنا گزرا وقت بہترین لگتا ہے اور آج کل کے بچوں کی مصروفیات اور مشاغل پر ہم ترس کھاتے ہیں۔

وقت اگرچہ اپنا آپ کسی پر عیاں نہیں کرتا تاہم اس کی جو چند ایک پرتیں ہماری زندگی میں کھلتی ہیں ان کے تلے ناسٹلجیا ہی دبا ملا ہے۔ میں اس کو قانونِ زندگی مانتی ہوں۔ انسان اپنی زندگی میں عروج وزوال کو درجہ بدرجہ برتتا ہے۔ عروج کے دور میں انسان خود کو اوجِ ثریا پر قیاس کرتا ہے لیکن ہر عروج کے بعد ڈھلان ہے، جس پر قدم سنبھل سنبھل کر رکھتے ہوئے مڑ مڑ کر پیچھے دیکھا جاتا ہے۔ مرتے دم تک ہم اس عروج کے سنہرے دور کی شان وشوکت تلے دبے رہتے ہیں۔

عروج وزوال کا یہ سفر انفرادی زندگیوں میں ہی نہیں ہوتا بحیثیتِ مجموعی یہ تمام کائنات اسی قانون کے تحت چل رہی ہے۔ ہمارے آبا جب جنت سے زمین پر اتارے گئے تو سمجھیں کہ انھوں نے پہاڑ کے دامن سے زندگی شروع کی۔ رب کی رہنمائی ونصرت میں بلندی کا سفر شروع ہوا۔ کمزور وناتواں وجود لڑھکتے بھی رہے مگر حضرتِ انسان آخرکار صدیوں کے سفر کے بعد اس چوٹی کے قریب پہنچ گئے۔ حبیبِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آمد وہ آخری قدم تھا جس کے اٹھنے سے انسانیت چوٹی پر براجمان ہوئی۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آمد اور بعثت انسانیت کی معراج تھی۔ وہ گھڑیاں اور ساعتیں مبارک ترین تھیں۔ انسانیت کی اخلاقیات سے آرائش کی گئی۔ افضل الانبیاء، افضل البشر چمکتے ستاروں جیسے وجود غرضیکہ کیا کیا فضیلتیں اس دورِ عروج میں دنیا پر نازل ہوئیں۔

مگر پھر چوٹی سے واپسی کا سفر شروع ہوگیا۔ ہر اٹھتا قدم بلندی سے دور لے جانے والا تھا۔ ہر پڑاؤ برکتوں سے دوری پر تھا بلکہ سچ پوچھیے تو ہم حرمانِ نصیب اس قافلے میں تب شامل ہوئے جب دامنِ کوہ کا سفر چند قدموں کی دوری پر ہے......!

ذرا سر اٹھا کر پیچھے دیکھیے، یہ سفر کرنے والے کہاں سے شروع ہوئے تھے؟

بہت دور، بہت بلند، بہت ارفع، دیکھتے دیکھتے ہماری تو دستاریں بھی زمین بوس ہوجائیں۔

وقت بھی اپنا وہ رنگ وروپ کہیں اوپر چھوڑ آیا ہے جب برکتوں سے بھرا ہوتا تھا۔ وقت دنیا میں منجمد ہوجایا کرتا تھا اور ساعتیں معراج سے ہو آتیں۔ ہمیں تو جو وقت میسر ہے وہ ظالم ہے، جابر ہے، نہ برکتیں لُٹاتا ہے، نہ ساتھ چلنے دیتا ہے، اور اس کے ساتھ چلنے کی لگن میں ہم اپنا آپ ہلکان کیے جارہے ہیں۔

یہ سفر اگرچہ پستیوں کا سفر ہے، واپسی کا سفر ہے مگر اندھیرا ایسا گہرا ابھی نہیں کہ ہاتھ کو ہاتھ سجھائی نہ دے۔ اس کی چوٹی پر اور قدم قدم ہر ڈھلان پر روشن ستارے ایستادہ ہیں۔ ان کی روشن کرنیں چھن چھن کر ہم تک پہنچ ہی جاتی ہیں، راستہ دکھلا جاتی ہیں مگر دھیان رکھیے، راستہ بہت کٹھن ہے۔ قدم قدم پر کھائیاں، گڑھے اور چٹانیں ہیں۔ کبھی کبھی تو مہیب اندھیرے کی چادر یوں اپنے گھیرے میں لیتی ہے کہ دَم گھٹنے لگتا ہے، مگر یہ کرنیں اپنا راستہ بنا لیتی ہیں۔ روشنی کے طلب گار تک پہنچ کر رہتی ہیں۔ ہاں اگر کوئی خود ہی اندھیری راہوں کا مسافر بن جائے، کرنوں کو چبھتا محسوس کرکے اندھیروں میں پناہ ڈھونڈے تو اس کا کیا حل؟ پھر تاریکی اسے نگلنے میں دیر نہیں کرتی۔

تاریکی میں دوست اور دشمن کے نقوش واضح نہیں ہوتے۔ انجانے میں کسی ڈاکو، لٹیرے کا ہاتھ نہ تھام لینا۔ کیا خبر جسے تم نجاتِ دہندہ جانو وہی تمھارا امتحان ہو۔ جسے تم رحمت سمجھو وہی تم پر عذاب ہو۔ اس گھٹاٹوپ اندھیرے کی بدولت تم اپنے مسیحا ہی کی راہ کا روڑا نہ بن جانا۔ ڈرو اس وقت سے، جاگو اس گھڑی سے پہلے......!

میرے مالک تُو حق ہے، تیرا دین حق ہے۔ حق کو بقا ہے، حق کو دبایا جاسکتا ہے اور نہ مٹایا جاسکتا ہے۔ دنیا کے خاتمے تک ایک حق پر قائم جماعت باطل سے برسرِ پیکار رہے گی۔

اے میرے مالک! ہمیں اُس جماعت کی نصرت کرنے والوں میں سے بنا، اس جماعت کی محبت ہمارے دلوں میں ڈال دے، حق کو ہم پر واضح کردے۔

اے میرے مالک!

ہمیں اس قابل بنا کہ ہم اپنی جان، مال، اولاد، وقت کسی نہ کسی ذریعے سے اور کسی نہ کسی درجے میں حق کے مددگار بن جائیں، آمین!

☆☆☆

مدیرِ اعلیٰ: مفتی فیصل احمد | مدیر: انجینئر مولانا محمد افضل احمد خان | مدیرِ مسئول: محمد فیصل شہزاد

"خواتین کا اسلام" دفتر روزنامہ اسلام ناظم آباد 4 کراچی فون: 021 36609983 ای میل: fayshah7@yahoo.com

انٹرنیٹ: www.dailyislam.pk سالانہ زرِ تعاون: اندرونِ ملک 2000 روپے، بیرونِ ملک ایک میگزین 25000 روپے، دو میگزین 28000 روپے

ادارہ روزنامہ اسلام کی تحریری اجازت کے بغیر خواتین کا اسلام کی کوئی تحریر کہیں شائع نہیں کی جاسکتی۔ بصورت دیگر ادارہ قانونی چارہ جوئی کرنے کا حق رکھتا ہے۔

اُمِ محمد سلمان

غیرتِ مسلم زندہ ہے!

برتن اچھے دھلتے ہیں نہ کپڑے، بالوں کا الگ برا حال ہے۔ کیسے روکھے، بے رونق، بے جان سے ہو گئے ہیں۔ سن سلک شیمپو اور کنڈیشنر کیسی جان ڈال دیتا تھا بالوں میں! پتا نہیں کب تک یہ بائیکاٹ کرنا پڑے گا؟ بچے الگ اپنی پسندیدہ چیزوں کے لیے مچلتے اور تنگ کرتے ہیں، اور چہرے کی جلد تو دیکھو ایسا لگتا ہے ساری چمک دمک ہی غائب ہو گئی۔ پونڈز کریم نے کیسے میرے چہرے کی دلکشی برقرار رکھی ہوئی تھی۔''

بڑبڑاتے ہوئے فاطمہ کو ٹی وی پر بار ہا دیکھا وہ اشتہار یاد آیا:

میری نانی اماں کی جلد ساٹھ سال پرانی،
لیکن تر و تازہ اور جوان
کیوں کہ وہ پونڈز کریم استعمال کرتی ہیں!

وہ آئینے کے سامنے بیٹھی ایک پاکستانی لوشن سے ہاتھوں کا مساج کر رہی تھی اور ساتھ ساتھ بائیکاٹ سے ہونے والے اپنے خیالی نقصان پر بھی غور کر رہی تھی۔

ملٹی نیشنل کمپنیوں کے اشتہارات دیکھ دیکھ اور سن سن کے اسے ایسا لگتا تھا کہ اب ان چیزوں سے زیادہ اچھی چیز کوئی دنیا میں ہو ہی نہیں سکتی۔

''بس اب کی بار تو میں اپنی ساری پسندیدہ چیزیں خرید لاؤں گی۔ تین مہینے سے ہر چیز چھوڑ رکھی ہے اور اب تو اسرائیل کی بھی کافی کمر ٹوٹ گئی ہے۔ دنیا کے اکثر ممالک ہی اسرائیلی کمپنیوں کا بائیکاٹ کر رہے ہیں۔ اب اتنے سارے لوگوں میں اگر میں ایک نہ بھی کروں تو کون سا فرق پڑ جائے گا......!''

یہ خیال آتے ہی ایک اطمینان سا اس کے دل میں اتر گیا۔

''بس ٹھیک ہے، کل ہی فواد کے ساتھ بازار جاؤں گی اور اپنی پسند کی ساری چیزیں خریدوں گی۔ آج تو واشنگ مشین لگا کر کپڑے دھو لیتی ہوں۔''

''اوہ سرف بھی تو وہی ہے۔'' کپڑے دھونے کے خیال سے اس کا پھر منہ بن گیا۔

''سرف ایکسل اور برائٹ سے کتنے اچھے کپڑے دھلتے تھے اور خوشبو الگ۔ لیکن یہ لوکل تو سرف عجیب سا ہی ہے۔ نہ جھاگ صحیح بنتے ہیں اور نہ کپڑوں کے داغ صاف ہوتے ہیں۔''

اس نے اچھے بھلے مقامی سرف کو کوسا، حالانکہ سب محلے والے اسی دکاندار سے سرف خرید رہے تھے اور معیار سے بھی مطمئن تھے بلکہ اس کی قیمت بھی اشتہاری برانڈز سے بہت کم تھی۔

ابھی وہ کپڑے دھو کر فارغ ہی ہوئی تھی کہ سامنے والی شائستہ چلی آئی۔

''آؤ بھئی آؤ۔'' اس نے کھلے دل سے خیر مقدم کیا۔

شائستہ بڑی کھلی کھلی لگ رہی تھی۔ چہرہ چمک رہا تھا تو پوچھ ہی لیا:

''واہ بھئی، بڑی لشکارے مار رہی ہو، کیا تم نے بائیکاٹ ختم کر دیا؟ لے آئیں اپنی پسندیدہ کریم اور فیشل کا سامان؟''

''ارے میں کیوں لاؤں ان ظالموں کی مصنوعات، اللہ نہ کرے اب کبھی زندگی بھر ان کی چیزیں خریدوں۔'' اس نے قطعیت سے جواب دیا۔

''تو پھر یہ چہرے پر چمک کیسی؟ میں تو سمجھی......''

اس نے جان بوجھ کے جملہ ادھورا چھوڑا۔

''نہیں بھئی ایسا کچھ نہیں۔ یہ تو دراصل ایک گھریلو نسخے کا کمال ہے جو ایلو ویرا، السی اور چاول کے آٹے سے بنتا ہے۔ بس دو تین دفعہ ہی استعمال کیا ہے اور ماشاءاللہ سو فیصد نتائج ملے ہیں۔ میری خالہ زاد بہن نے بتایا تھا۔ دراصل ان سب نے بھی بائیکاٹ کر رکھا ہے نا تو انھوں نے اپنی تائی اماں کی ڈائری سے ایک نسخہ نکالا تھا کہ چلو بھئی استعمال کر کے دیکھ لیں۔ مجھ سے تذکرہ کیا تو میں نے بھی ساتھ ہی بنا لیا اور دیکھ لو نتیجہ تمھارے سامنے ہے۔''

اس نے ذرا اتراتے ہوئے مسکرا کر کہا۔

''ہاں کہتی تو ٹھیک ہو چمک رہی ہو ماشاءاللہ! اچھا مجھے بھی بتانا میں بھی استعمال کر کے دیکھوں گی۔''

''ہاں ہاں ضرور استعمال کرو بھئی، میں ابھی گھر جا کر نسخے کی تصویر کھینچ کر تمھیں واٹس ایپ کر دوں گی۔ چلو اب چائے تو پلا دو نا اچھی سی۔''

''ہاں ہاں کیوں نہیں چلو باورچی خانے میں ہی چلتے ہیں دونوں۔ مل کر چائے بھی بنا لیں گے اور میں ساتھ برتن بھی دھو لوں گی۔''

شائستہ ہنستے ہوئے چائے کا پانی رکھنے لگی اور فاطمہ برتن دھونے میں مشغول ہو گئی۔

''یہ دیکھو میں تو تنگ ہوں اس لوکل صابن سے، عجیب سی بو آتی ہے اس میں، لیمن میکس سے کتنے اچھے برتن دھلتے تھے نا۔ بس میں تو اب کی بار وہی خرید لاؤں گی۔''

''ارے اتنی جلدی ہار مان گئیں؟'' شائستہ ایک دم جھٹکے سے اس کی طرف مڑی۔

''کیا تم بائیکاٹ ختم کر دو گی؟'' اسے حد درجہ افسوس ہوا۔

''ہاں سوچا تو یہی ہے، اب دیکھو نا ہر چیز میں پریشانی ہو رہی ہے۔''

''کیا پریشانی ہے بھئی، یہ دیکھو وائٹل کی چائے کتنی زبردست اور خوشبو دار بنتی ہے۔ بھئی سچ بات ہے مجھے تو وائٹل کا ذائقہ سپریم اور لپٹن چائے سے بھی اچھا لگتا ہے۔ اور ویسے بھی چائے بنانے میں چائے کی پتی سے زیادہ چائے بنانے والے ہاتھوں کا کمال ہوتا ہے، لکھ لو میری یہ بات۔'' وہ پیالیوں میں چائے انڈیلتے ہوئے بولی۔

"ہاں بھئی اس میں تو کوئی شک نہیں، تمھارے ہاتھ کی بنی چائے کا واقعی جواب نہیں ہوتا۔ اسی لیے تو میں ہمیشہ تمھاری آمد پہ خوش ہوتی ہوں کہ اب ایک مزیدار چائے پینے کو ملے گی۔"
فاطمہ نے ہنستے ہوئے اعتراف کیا۔
دونوں صحن میں پڑی چارپائی پر بیٹھ کر ہلکی ہلکی دھوپ میں چائے کی چسکیاں لینے لگیں۔

☆......☆

کچھ دیر بعد شائستہ چلی گئی تو وہ بھی اپنے کام نمٹانے لگی۔ شام کو کچھ مہمان آ گئے تو کافی مصروفیت رہی۔ رات تھک ہار کر سونے لیٹی تو موبائل کا خیال آیا۔ شائستہ نے نسخہ بھیجنے کا کہا تھا دیکھوں تو سہی بھیجا یا نہیں۔
اس نے واٹس ایپ کھولا۔ سوڈیڑھ سو سے اوپر میسیج آئے ہوئے تھے۔ کئی گروپوں میں ایڈ تھی تو میسجوں کی بھی بھرمار تھی۔ اس نے نام دیکھ کر شائستہ کی چیٹ کھولی وہاں نسخے کی تصویر بھی تھی اور ساتھ فیس بک کی کسی پوسٹ کا لنک بھی۔
اس نے بے خیالی میں ہی لنک کھول لیا مگر آگے جو کچھ دیکھا وہ اس کے خون اور غیرت کو گرما دینے کے لیے کافی تھا۔
ایک مختصر ویڈیو کلپ تھا جس میں کوئی ملعون مسلمانوں کو کتوں سے تعبیر کرتے ہوئے کہہ رہا تھا کہ یہ مسلم چند دن ہماری مصنوعات کا بائیکاٹ کریں گے اور پھر کتوں کی طرح ہماری مصنوعات پر ٹوٹ پڑیں گے۔
غصے اور توہین کے احساس سے اس کے کانوں کی لویں سرخ ہو گئیں۔
"یہ منحوس شخص ہمیں کتوں سے تعبیر کر رہا ہے۔"
اس کا بس نہیں چل رہا تھا کہ اس کی بوٹیاں نوچ ڈالے۔ اگرچہ دن بھر کی تھکی ہاری تھی اور لیٹتے ہی سو جانا چاہتی تھی مگر اب بستر پر چین نہیں مل رہا تھا۔ بے بسی سے کروٹیں بدلنے لگی۔ دل ایک دم اداس اور غمگین ہو گیا۔ اپنی صبح کی سوچوں اور ارادوں پر خود ہی شرمندہ ہو گئی۔ غزہ کے مظلوم مسلمانوں اور معصوم بچوں پر کیے جانے والے حملے اور قتل و غارت کے مناظر اس کی آنکھوں میں گھومنے لگے۔
پناہ گزین کیمپوں پر حملے، اسپتالوں پر حملے، رہائشی عمارتوں پر بمباری، اسکولوں اور کھیل کے میدانوں پر حملے بھوک اور وسائل کی کمی کہیں بھوک سے روتے بلکتے بچے تو کہیں والدین کی جدائی میں تڑپتے روتے سسکتے بچے۔ کہیں اپنے شہید نونہالوں کو گود میں اٹھائے غمزدہ والدین، کہیں تکبیر بلند کرتے معصوم شہری۔ اسلام کی خاطر اپنے مضبوط اور بلند عزائم پر ڈٹے وہ فلسطینی لوگ جو ابھی تک نہ تھکے اور نہ ہارے اور یقیناً وہ کبھی ہار نہیں مانیں گے۔ وہ سارے کے سارے بھی اس جنگ میں شہید ہو گئے تو کامیاب ہیں فتح ہر طرح سے انہی کی ہے۔ چاہے وہ غازی بنیں یا شہید!
"لیکن ہم کیا ہیں؟" اس نے اپنے آپ سے سوال کیا۔
وہ تو شہادت کا تمغہ لے کر تکلیفیں سہہ کر جنتوں کے مکین بن رہے ہیں مگر ہم کہاں کھڑے ہیں؟
ایک بہت بڑا سوالیہ نشان اس کے سامنے کھڑا تھا۔
سنگھار میز کے آئینے میں اس نے اپنے آپ کو دیکھا تو اسے اپنی صورت ایک کریہہ چڑیل کی طرح نظر آئی، بچوں کا خون پینے والی چڑیل!
"نہیں نہیں ہرگز نہیں میں ایسی نہیں ہوں۔"
اس نے اپنے گالوں پر سختی سے ہاتھ پھیرا۔
"مجھے کوئی کریم نہیں، کوئی میک اپ نہیں چاہیے، مجھے اپنے بچوں کے لیے مکڈونلڈ کے برگر اور پیپسی بھی نہیں چاہیے، میں ایسی بالکل نہیں ہوں۔ میری رگوں میں شریف ماں باپ کا خون ہے۔ میں ایسا کیسے کر سکتی ہوں بھلا اور نہ ہی اپنے بچوں کو ان کی چیزیں کھلا کر ان کی غیرت کو تھپکی دے کر سلا سکتی ہوں بلکہ مجھے تو اپنی اولاد کے دلوں میں ان کے مظلوم بہن بھائیوں کا درد زندہ رکھنا ہے۔ میں اپنے مظلوم فلسطینی بہن بھائیوں کے لیے لڑ سکتی ہوں نہ کسی اور طرح ان کی مدد کر سکتی ہوں۔ وہ تو بس ہم سے اتنا ہی تو چاہتے ہیں کہ ہم ان کے دشمنوں کا ساتھ کسی طرح بھی نہ دیں۔ امریکا، اسرائیل اور ان کے تمام اتحادیوں کی مصنوعات خرید کے انھیں سرمایہ فراہم کر کے مضبوط نہ کریں۔ ہم کمزور خواتین اور بچے تو اپنے مسلمان بھائیوں کی اسی طرح مدد کر سکتے ہیں۔"
فاطمہ کے دل سے آواز آئی۔ "ہم بائیکاٹ جاری رکھیں گے ان شاءاللہ! ہم کبھی ان کی طرف نہیں پلٹیں گے۔ ہماری ایمانی غیرت اور مسلم حمیت کا یہی تقاضا ہے۔ مسلم غیرت ابھی زندہ ہے، مری نہیں ہے۔ اس کے جذبے ٹھنڈے ضرور ہو جاتے ہیں لیکن مردہ نہیں ہوتے۔ ذرا سی حرارت ملتے ہی دہکنے لگتے ہیں۔ ☆☆☆

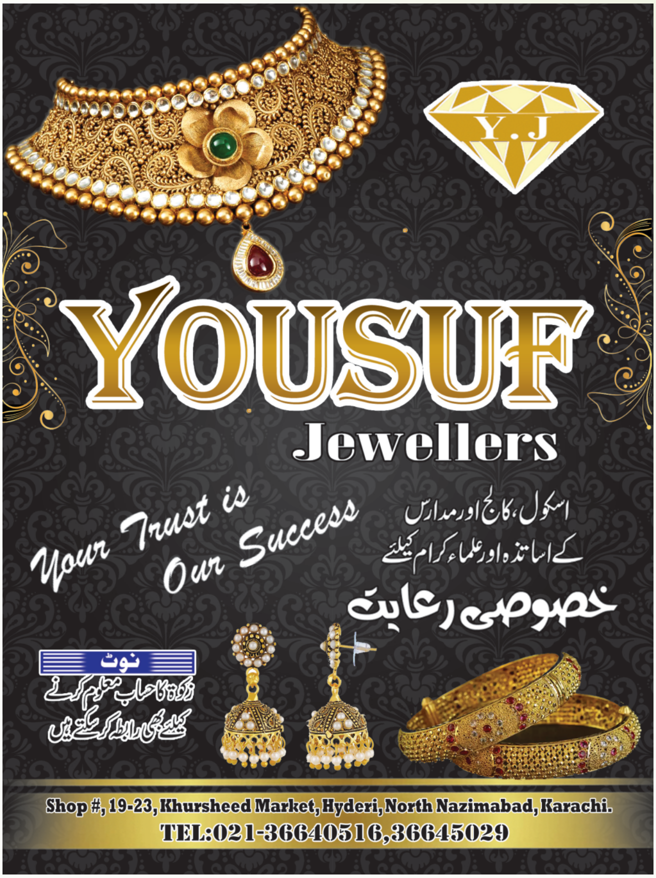

جبیں چیمہ

اور میں اپنے وعدے پر پورا اتروں گا!

۸

بہت سارے لوگوں نے دیواروں پر چاکنگ کی ہوئی تھی۔

What is terrorism?
Attacking unarmed
palestinians during ramadan
Every single year

☆......☆

لیلیٰ نے غادہ کو اسکول میں داخل کروا دیا تھا مگر گھر آ کے وہ ناخوش رہتی۔

وہ اپنے بھائی کو یاد کرتی رہتی جس کے ساتھ وہ سارا دن کھیلتی تھی۔

ناصر ایک دن دفتر سے واپس آیا تو اس نے لیلیٰ کو بتایا کہ وہ چند دنوں کے لیے افغانستان جا رہا ہے۔ جہادِ افغانستان شروع ہوئے پندرہ سال گزر چکے تھے۔ دنیا بھر کی فوجیں صلیبی جھنڈے تلے اسلامی ملکوں کے ہوائی اڈے اُن کی فضائی و سمندری حدود، ہر چیز ان کی مرضی سے استعمال کر کے ایک چھوٹے سے بے یارومددگار ملک کے پر چڑھ دوڑی تھیں۔ یہ جنگ ایک دو دن کی نہیں، یہ مسلسل پندرہ سال سے جاری تھی اور اُن ''دہشت گردوں'' کے خلاف تھی جنھیں چند سال پہلے جہادِ روس کے موقع پر وہ خود حریت پسند مجاہدین کہتا تھا۔

ناصر پہلے بھی افغانستان جا چکا تھا۔

افغانستان جانے سے ایک دن پہلے وہ اور لیلیٰ دیر تک افغانستان کے بارے میں بات کرتے رہے۔

''یاد رکھو جہاد جہاں جہاں بھی ہو رہا ہے۔ وہ علاقے چاہے ایک دوسرے سے جتنے بھی دور ہوں ان کے دل ایک ساتھ دھڑکتے ہیں۔ ہم سب ایک دوسرے سے طاقت حاصل کرتے ہیں۔ تم دیکھنا افغانستان کے جہاد میں اگر افغان فتح یاب ہو گئے تو ساری دنیا کے مظلوم مسلمانوں کو طاقت ملے گی۔'' ناصر نے لیلیٰ سے کہا۔

''یہ تو اس صدی کا سب سے بڑا کرشمہ ہوگا کہ ساری دنیا کے صلیبی اور ان کے غلام مسلمان حکمران اتنی بڑی بڑی فوجوں، اتنی ٹیکنالوجی اور اسلحوں کے اتنے ڈھیروں کے ساتھ ان سولہ برسوں میں کابل تک محصور ہیں۔ اس سے آگے کہیں بھی جانا ہو تو انہی دہشت گردوں کے پاؤں پڑتے ہیں۔'' لیلیٰ نے مسکراتے ہوئے کہا۔

اور یہ مسکراہٹ بہت مہینوں کے بعد اس کے ہونٹوں کو چھوئی تھی، ورنہ جب سے ابراہیم اور اس کے بابا دنیا سے گئے تھے، وہ مسکرانا جیسے بھول ہی گئی تھی۔ بس ان ظالموں کو کیفرِ کردار تک پہنچانے کی ایک آگ تھی جو اس کے سینے کو دہکائے رکھتی تھی۔

☆......☆

غادہ کو اسکول بھیج کے وہ گھر کے کام نمٹاتی اور پھر کوشش کرتی کہ فریال یا اپنی امی سے بات ہو جائے۔ اگر کبھی فون مل جاتا تو وہ خوش ہو جاتی۔ ویسے ان دنوں ناصر گھر پر نہیں تھا تو اُس کی چھوٹی نند زہرا اس کے پاس رہنے کے لیے آ گئی تھی جس سے گھر میں رونق ہو گئی تھی۔ ناصر کو جب بھی موقع ملتا وہ گھر فون کر لیتا مگر فون پر سوائے خیر خیریت کے اور کوئی بات نہ ہو پاتی۔

ناصر پندرہ دنوں میں گھر لوٹ آیا تھا اور اس دفعہ اس کے پاس کافی خبریں تھیں۔

صلیبی فوجیں تھک چکی تھیں۔ اُن کا غرور مٹی میں مل گیا تھا۔ ان کا سرمایہ ان کے اسلحے کے ڈھیر سب مٹی میں مل گئے تھے۔ وہ تابوت بھیج بھیج کے بھی اب تنگ آ گئے تھے۔ وہ نہیں جانتے تھے کہ ان کا کس قوم سے پالا پڑا ہے۔ افغان اپنی پندرہ لاکھ آبادی کٹوا کے بھی پہلے دن کی طرح پرسکون، پراطمینان، خوش باش اور ثابت قدم تھے۔ وہ اگلی کئی دہائیاں لڑ سکتے تھے مگر کفر اب اپنی اگلی نسلیں مروانے کے حق میں نہیں تھا۔ اب وہ انہی دہشت گردوں سے بات چیت چاہتا تھا جن کو اس نے کھڑے کھڑے مجاہدین سے دہشت گرد بنا دیا تھا۔

جو چاہے ترا 'کفر' کرشمہ ساز کرے

لیلیٰ کئی دن تک سرشار رہی۔ دنیا کے جس خطے میں بھی مجاہدین جیتتے، وہ جیت دنیا کے ہر مسلمان کی ہوتی تھی۔

سال کے آخر میں اللہ رب العزت نے لیلیٰ کو ایک اور فرزند عطا کیا جس کا نام حمزہ رکھا گیا۔ حمزہ کے آنے سے زندگی ایک دفعہ پھر رواں دواں ہو گئی۔

اور پھر یہ ۲۰۱۹ء کا سال تھا جب مصر کے معزول صدر محمد مرسی کو شہید کر دیا گیا۔ اُن کی شہادت کی کہانی انتہائی دردناک تھی۔

مصر کے صدر محمد مرسی کی شہادت کو وہ جب سوچتی تو نجانے کیوں اسے وہ فلسطینی بچہ یاد آ جاتا جس کی گردن دبوچے اسرائیلی درندے کھڑے تھے اور جس کو چھڑانے کے لیے اس کی والدہ دیوانہ وار اس کی طرف بڑھی تھیں مگر ان درندوں نے اس کی گردن پر بوٹ رکھ کر اسے اُس وقت تک دبائے رکھا تھا۔ جب تک اس کی گردن کی ہڈی ٹوٹ نہیں گئی تھی، اور اس رات ان میں سے کوئی بھی نہیں سو سکا تھا۔ اس کی امی اور ابا نے ساری رات خدا سے اس عفریت سے نجات کی دعا کی تھی اور صبح اٹھ کر انھوں نے سب کو تسلی دیتے ہوئے کہا تھا:

''فکر نہ کرو، اللہ کا عذاب اِس سے کئی گنا بڑا اور سخت ہوگا۔ یہاں کا عذاب تو صرف زندگی تک ہے مگر آخرت کا عذاب نہ ختم ہونے والا ہے۔''

''مگر یہ تو کلمہ گو تھے۔ یہ تو نام نہاد ہی سہی مسلمان تھے پھر ان کے اندر اتنی بے رحمی کیسے آ گئی؟!'' لیلیٰ اپنے آپ سے سوال کرتی، پھر خود ہی جواب دیتی:

''کون سے کلمہ گو، کون سا اسلام؟ اسلام تو وہ کب کا ترک کر چکے۔''

اور پھر ۲۰۲۰ء کا سال فلسطینیوں کے لیے مزید پریشانیاں لے کر آیا۔ متحدہ عرب امارات نے فلسطینیوں کی پیٹھ میں چھرا گھونپتے ہوئے اسرائیل سے تعلقات استوار کر لیے تھے۔ اندر ہی اندر یہ تعلقات بہت عرصے سے پنپ رہے تھے، مگر پہلے شاید آنکھ میں کوئی شرم تھی کہ یہودیوں سے محبت کی ان پینگوں کو آشکار نہیں کیا گیا تھا مگر اب یکا یک اسرائیل سفارت خانہ یو۔ اے۔ ای میں کھول لیا گیا تھا۔ فلسطینی برادران یوسف کی طرح کے اپنے مسلمان بھائیوں کو حیرت سے دیکھ رہے تھے کہ یہ ہمارے بھائی ہیں جنھیں دیکھ کر قاتل بھی شرما جائیں مگر یو اے ای والے فرما رہے تھے کہ ہم نے بدلے میں اسرائیل سے معاہدہ کیا

ہے کہ وہ غزہ اور مغربی کنارے (صحرائے سینا) کو اپنے اندر ضم نہیں کرے گا، گویا وہ فلسطینیوں کے بہت بڑے خیر خواہ بن رہے تھے۔

فلسطینی جانتے تھے کہ عرب کے شہزادوں نے اُن کے لیے جان دی ہے۔ وہ فتح کابل کو بھی دیکھ رہے تھے کہ کیسے مجاہدین کابل کے دروازے پر سجدہ ریز خوشی کے آنسو بہا رہے تھے۔ ان کے دل خوشی سے جھوم رہے تھے۔

اگر افغانستان فتح حاصل کر سکتا ہے تو ہم کیوں نہیں۔ اگر بیس سال تک انھوں نے پوری دنیا کے مظالم سہے ہیں، اگر اس نے ۱۵ لاکھ شہری شہید کروائے ہیں تو ہم شہادتوں سے کب گھبراتے ہیں؟ ہم تو پیدا ہی اسرائیلی توپوں کی گھن گرج سنتے ہوئے ہیں اور وہ بھی مرنے کے لیے، تو جب مرنا ہی ہے تو پھر مار کر کیوں نہ مرا جائے! اس فتح نے ان کے لیے امید کی راہیں روشن کردی تھیں۔ ان کے دل امید سے بھر گئے تھے، اور یہ سب اس لیے تھا کہ اب فلسطینیوں کی اکثریت کی تربیت 'حماس' کے ہاتھوں ہوئی تھی۔ فلسطینی خواتین کا لباس بدل چکا تھا۔ ان کے گھر قرآن کی روشنی سے منور تھے۔ وہ اپنے بچوں کی رگوں میں اسلام کا آفاقی پیغام اتار رہے تھے۔

☆......☆

لیلیٰ کو دنیا کے سب سے بڑے قید خانے غزہ میں گئے کافی عرصہ گزر چکا تھا۔ ان دنوں وہ ایک بار پھر وہیں جانے کے لیے بے چین تھی۔ اپنی ضعیف بیوہ ماں، اپنے پیارے بھائی قاسم اور بہن فریال کو ملنے کے لیے بے تاب تھی جس کی محمد کے بعد اب ایک پیاری بیٹی فاطمہ اور ایک بیٹا طلحہ بھی تھا مگر اب وہ اپنے خاوند سے وہاں جانے کے لیے کہتے ہوئے ہچکچاتی تھی۔

افغانستان کی فتح کو چند دن ہوئے تھے، جب ایک دوپہر وہ اپنے بچوں کے لیے کھانا بنا کر ان کے انتظار میں بیٹھی تھی کہ باہر دروازہ زور سے بجا۔

لیلیٰ کا خیال تھا کہ بچے ہوں گے مگر آنے والے کو دیکھ کر اسے اپنی آنکھوں پر یقین نہیں آیا۔ وہ بے خیالی میں اسے دیکھتی چلی گئی۔ آنے والا ابھی اس کی حالت سے محظوظ ہو رہا تھا۔

تب اس نے آنکھیں ملیں، پلکیں جھپکیں، مگر منظر وہیں کا وہیں تھا۔

''قاسم......!'' اس کے ہونٹ بے آواز ہلے۔

''ہاں میری پیاری بہن! اب دروازے سے تو ہٹو۔''

لیلیٰ نے ایسے خواب ساری عمر دیکھے تھے۔ وہ اب بھی اسے خواب ہی سمجھ رہی تھی۔ وہ سختی سے آنکھیں بند کیے کھڑی تھی۔ جب اسے اپنے بچوں کی حیران آوازیں پاس سے ہی سنائی دیں۔

''امی! ماموں آئے ہیں۔'' غادہ نے اتنے برسوں کے بعد بھی قاسم کو پہچان لیا تھا۔

''حمزہ! یہ ہمارے ماموں ہیں۔'' غادہ اب حمزہ کو قاسم سے ملوا رہی تھی۔

تب لیلیٰ نے ڈرتے ڈرتے آنکھیں کھولیں۔

قاسم دونوں بچوں کو چمٹائے کھڑا شرارت سے اسے دیکھ رہا تھا۔

''قاسم!'' لیلیٰ کے آنسو بہنے لگے۔ ''تم کیسے آئے؟ تم اس پنجرے سے کیسے نکلے؟ امی اور فریال اور اس کے بچے اور یہاں وہ سب کیسے ہیں، کیا وہ نہیں آئے؟''

اس نے بے ساختہ باہر دیکھا۔

''وہ سب ویسے ہی ہیں جیسے تم انھیں چھوڑ کے آئی تھیں۔ تمھیں اور غادہ کو سارا دن امی اور فریال یاد کرتے ہیں۔''

''اور مجھے۔'' حمزہ بولا۔

''ارے شہزادے! آپ کو تو ابھی تک انھوں نے دیکھا ہی نہیں ہے۔ جب دیکھ لیں گے تو سب سے زیادہ آپ ہی کو یاد کریں گے۔'' قاسم نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''یعنی اسے دیکھتے ہی سب بدل جائیں گے۔'' غادہ ناراضی سے بولی تو قاسم ہنس پڑا۔

''اچھا چھوڑو یہ تو دیکھو میں کیا لایا ہوں؟''

قاسم نے بچوں کو بہلایا۔

اور لیلیٰ کا بس نہیں چل رہا تھا کہ وہ قاسم کو سر پر بٹھا لے، وہ اسے ہر چیز کھلا دینا چاہتی تھی اور بار بار ایک ہی بات پوچھتی: ''تم یہاں پہنچے کیسے؟''

''بھئی ہماری ماؤں نے ہمیں آزاد پیدا کیا تھا، پھر یہ صہیونی کون ہوتے ہیں ہمیں پنجرے میں ڈالنے والے۔ بس ہم ایک دن پنجرے کا دروازہ کھلا دیکھ کر پُھر سے اڑ کے آ گئے۔'' قاسم نے حمزہ کے بالوں کو چھیڑتے ہوئے کہا۔

تب لیلیٰ سمجھ گئی کہ وہ اسے کچھ بتانا نہیں چاہتا!

مگر ناصر کے آنے پر وہ جتنی بے تابی سے قاسم سے ملا اور اسے کہا کہ وہ آج کی رات سونے کا کوئی ارادہ نہیں رکھتا بلکہ وہ آج کی رات قاسم کے نام کر چکا ہے تب لیلیٰ کو لگا کہ ناصر سب جانتا ہے، اور اس رات بچوں کے سونے کے بعد وہ دونوں نشست میں بیٹھے اتنی آہستہ آواز میں بات کر رہے تھے کہ لیلیٰ جتنی دفعہ بھی انھیں قہوہ دینے گئی۔ اس کے پلے کچھ بھی نہ پڑا۔

وہ جتنی دیر نشست گاہ میں رکی رہتی، وہ دونوں چپ رہتے یا اِدھر اُدھر کی باتیں کرنے لگتے۔ اس نے دیکھا کہ کبھی کبھار وہ لوگ کاغذوں پر لکیریں کھینچتے اور پھر وہ کاغذ لائٹر سے جلا دیتے۔

وہ ساری رات ان دونوں نے جاگ کر گزاری تھی۔

فجر کے بعد قاسم سویا تو ظہر کے وقت ہی اٹھ سکا۔ (جاری ہے)

☆☆☆

سنت کا پرچار کرو!

اثر جونپوری

چاہتے ہو گر گلشنِ مولیٰ، نفس کا جنگل پار کرو
جنت کے گر طالب ہو تم، سنت کا پرچار کرو
سبحان اللہ پڑھ پڑھ کر تم نخل لگاؤ جنت میں
خرچ کرو اللہ کے گھر میں، خلد میں گھر تیار کرو
سائل بن کر ناز اٹھاؤ پاؤ دنیا میں عزت
علم کے حاصل کرنے میں تم جیتے جی مت عار کرو
حسن کی بالادستی اہلِ عشق کی پستی زندہ باد
جیت اسی میں مضمر ہے تم تسلیم اپنی ہار کرو
چھوٹی بحر کے شعروں کو محفوظ سبھی کر لیتے ہیں
ذوق و شوق اگر ہے تم میں یاد تو یہ اشعار کرو

☆☆☆

آپ بھی سن لیں ذرا

اہلیہ راشد اقبال

اکثر ہمیں یہ سننے کو ملتا ہے کہ لڑکا غیر ذمے دار ہے، بگڑا ہوا ہے اس کی شادی کرادو! یہ کہہ کر بری الذمہ ہونے کی کوشش کرتے ہیں اور اس کی تربیت کی ذمہ داری آنے والی بہو پر، اس کی ہونے والی بیوی پر ڈال دیتے ہیں کہ اب وہ تربیت کرے، حالانکہ جو تربیت ماں نہ کرسکی وہ آنے والی کیا کرے گی!

لیکن چٹکلہ یہاں یہ ضرور یہاں بنتا ہے کہ آنے والی اپنے رنگ میں رنگ لیتی ہے اور باقی سارے رنگوں کے رنگ اڑ جاتے ہیں۔ شاید اسی چٹکلے کو مدنظر رکھ کر شادی ہی فوری حل سمجھا جاتا ہے۔

کہتے ہیں کہ لڑکا کماتا نہیں، بیوی کی ذمے داری پڑے گی تو خود کمانے لگے گا، جبکہ ایسے نکھے لڑکوں کو بیوی ذمے داری نہیں بوجھ محسوس ہوتی ہے۔ وہ یا تو بیوی کو کمانے پر اکستا تا ہے یا پھر بیوی کے میکے والوں کی دیگ میں جھانکتا نظر آتا ہے کہ لنگر سے کچھ حصہ ہماری دیگچی کی زینت بھی بن جائے۔

خیر یہ شادی والا علاج، بیوی کے لیے لاعلاج بن جاتا ہے اور وہ بے چاری زندگی بھر مسیحا ہی ڈھونڈتی نظر آتی ہے یا پھر علیحدگی ہی اس کا آخری آپشن ہوتا ہے۔

حتیٰ کہ لڑکا نشئی ہے تو ''اس کا علاج بھی شادی ہے'' کہ مصداق شادی کا لڈو منہ میں کھلانے کے بجائے ٹھونسنے کی کوشش کی جاتی ہے، چاہے اسے بعد میں الٹی کر کے ہی نکالنا پڑے اور پھر سارا الزام لڑکی پر ہی عائد کردیا جاتا ہے کہ گھر بنانا نہیں آیا۔ بھئی نشے کے عادی کو آپ کی مار پھٹکار ٹھیک نہیں کرسکی تو کیا ضروری ہے کہ بیوی کا پیار بھنگ کا رنگ ٹھیک کردے گا؟

سو جب آنے والی بات بے بات نشئی شوہر سے مار کھاتی ہے تو سب کانوں میں روئی ٹھونس لیتے ہیں اور صرف یہ کہہ کر جان چھڑاتے ہیں، بھئی پہلے تو منا اتنا خراب نہیں تھا، آنے والی سبز قدم ہے تو کیا کریں، استغفراللہ!

لڑکا نفسیاتی ہو تو بیوی ہی ماہر نفسیات ہوگئی جو شادی کے بعد سب ٹھیک کردے گی؟

چاہے بے چاری بعد میں خود ماہر نفسیات کے چکر لگاتی نظر آئے۔ بلاوجہ روتی بلاوجہ ہنستی ہوئی۔

اچھا اب ذرا ترازو کا دوسرا پلڑا بھی دیکھتے ہیں تاکہ انصاف کے تقاضے پورے ہوں۔ اوپر بیان کردہ احمقانہ بات کی رد میں تو پھر بھی صبح شام تقریریں، تحریریں پڑھنے سننے کو ملتی ہیں کہ خدارا! اپنے بچے کا پہلے علاج کروائیں پھر شادی کروائیں۔

لڑکوں کی مائیں پڑھ پڑھ کر غصے میں لال پیلی ہوجاتی ہیں کہ علاج کروائیں یا شادی!؟

خیر اب وہ جو بھی کروائیں مگر کچھ تحریریں اور تقریریں ایسی بھی تو ہونی چاہییں ناں کہ پہلے لڑکیوں کو سگھڑ بنائیں پھر اس کا گھر بسائیں۔

جی ہاں! ہم سے متفق تو آپ کو ہونا ہی پڑے گا کہ صرف لڑکوں کی مائیں کیوں؟ اب لڑکیوں کی ماؤں کے بھی کان کھینچے جائیں کہ اپنی پھوہڑ بیٹیوں کا بھی پہلے علاج کروائیں بعد میں اس کا گھر بسائیں۔

پڑھی لکھی ہوں یا اَن پڑھ، پھوہڑ کو کون برداشت کرتا ہے۔

پھوہڑ بھی ہو اور بدتمیز، زبان دراز بھی تو اپنے گھر کا ایسا بوجھ دوسروں کے سر پر منڈھ دینا، بھئی یہ بھی تو قابلِ مذمت ہے، اس کا علاج بھی صرف شادی نہیں ہوسکتا۔

ایسی لڑکیاں جن کا کام صرف موبائل اسکرین پر انگلیاں چلانا، سوشل میڈیا پر اِن رہنا ہو۔ مائیں ان کو بیڈ ٹی پیش کرتی ہوں۔ برگر، پیزا ان کا اوڑھنا بچھونا ہوا اور وہ بھی آرڈر کیا ہوا، یا ماں ماسی کا بنا ہوا، ان کو بھی علاج ہی کی ضرورت ہوتی ہے!

کیونکہ شوہر کی خدمت گزاری انھیں خواری محسوس ہوتی ہے۔ سسرال والوں سے اخلاقیات ان کو گزرے لوگوں کی باقیات محسوس ہوتی ہیں۔ شوہر بے چارے بدحال بھوکے پیٹ دفتر جاتے اور وہ پلنگ توڑتی نظر آتی ہیں۔

پھر واپسی پر بے چاروں سے برگر، تکہ، پیزا کی فرمائش بھی لازمی ہوتی ہے اور جب شوہر کا بجٹ آؤٹ ہوتا ہے تو شوہر سے پہلے بیوی کا مزاج ہی آؤٹ ہوجاتا ہے، بس پھر جھگڑوں، رنجشوں، تلخیوں، طعنوں کی بھر مار شروع ہوجاتی ہے کہ مرد ذمے داری کے قابل ہی نہیں کہ لڑکی کے اخراجات اٹھا سکے۔ بھئی لڑکی کے اخراجات ہیں یا پوری نا اہل کابینہ کا

اور اگر میں مرجاؤں!

غزہ یونیورسٹی میں انگریزی کے پروفیسر ڈاکٹر رفعت العریر پچھلے دنوں شہید ہو گئے۔ شہادت سے پہلے ٹویٹر پر شیئر کی گئی اُن کی آخری نظم کا اردو ترجمہ:

اور اگر میں مرجاؤں
تم میری خاطر زندہ رہنا
مجھ پر جو کچھ بیت چکا وہ
دنیا کے لوگوں سے کہنا
میری چھوڑی چیزیں لے جا
ان کے ہاتھوں بیچ کے آنا
اور اس کے بدلے میں لینا
کپڑے کی اک چھوٹی دھجی
اور کچھ ڈوریں
دودھ کی رنگت جیسی دھجی
ڈوروں سے دمدار بنانا
نیل گگن کی سمت اڑانا
تاکہ دور کہیں غزہ میں
رہنے والا کوئی بچہ
روشن آنکھوں کی کھڑکی سے
گردوں کی جانب تکتا ہو
اپنے پیارے باپ کا رستہ
باپ جو اس کو چھوڑ گیا تھا
آگ اور خون کی برساتوں میں
جاتے دم کا آخری بوسہ
تک جو اس کو دے نہ سکا تھا
سوختہ تن کا ماس اور ہڈی
ساتھ وہ اپنے لے نہ سکا تھا
آنکھ کا روشن دیا جلائے

جب یہ بچہ
تیری ڈور، پتنگ، یہ دھجی
دور سے اڑتے دیکھے گا
اک لمحے کو یوں سمجھے گا
شاید کوئی پاک فرشتہ
اس کی ''جنت'' کو لوٹانے
دنیا کی جانب آتا ہے
دیکھ مرے ہمدم! ہر صورت
یہ امید بچائے رکھنا
اور اگر میں مر بھی جاؤں
اس کی ننھی آنکھوں کا
یہ روشن دیا جلائے رکھنا

نجمہ ثاقب

معیشت پر بوجھ۔ بے چارا ملک ہو یا شوہر اٹھائے تو اٹھائے کیسے، سو پھر در در قرض کا پیالہ لیے گھومتا نظر آتا ہے۔

ایسی نکمی لڑکیوں کا علاج بھی شادی کیسے ہوسکتا ہے؟

بس ان کے بارے میں بھی یہی گھسا پٹا جملہ استعمال ہوتا ہے کہ دوسرے گھر جائے گی تو سیکھ ہی جائے گی۔ ارے بھیا! ایسی نکمی لڑکیاں ماں بہنوں سے نہ سیکھ سکیں تو پھر سسرال میں بھی سیکھتی نہیں ہیں بلکہ ان بے چاروں کا سُکھ چین چھین لیتی ہیں۔ ذرا انڈا ابالنے کا کہہ دو تو سر پر ڈنڈے برساتی نظر آتی ہیں۔ چائے کا کہہ دو تو جوشاندہ ہاتھ میں پکڑا دیتی ہیں۔ دودھ ابالیں تو چولھے کو سیراب کردیں۔ اوّل تو کام کرنے کی عادی ہی نہیں ہوتیں، کھانا پینا، سونا ان کا پسندیدہ مشغلہ ہوتا ہے اور اگر اس میں خلل آئے تو سسرال والے ظالم، شوہر غیر ذمے دار، ساس سنکی، پورا سسرال تنگ نظر تنگ دل اور نجانے کیا کیا تنگ ہوتا ہے اور مصداق اس کے تنگ آمد بجنگ آمد ہی بنتا ہے۔

اب اس مرض کا شادی علاج کیسے ہوگئی؟

بھئی جس طرح ''نکمے لڑکوں کو پہلے علاج کی ضرورت ہے'' کا اشتہار لگایا جاتا ہے تو نکمی لڑکیوں کے بارے میں بھی تو یہ مہم چلائی جائے کہ ان کو بھی علاج کی ضرورت ہے۔ ایسی نکمیاں فرینڈز اور برانڈز کے چکر میں سسرال والوں کو گھن چکر بنائے رکھتی ہیں۔ 'چولھا چکی نامنظور' کا بورڈ اٹھائے یہ نکمیاں بڑے بڑے شاپنگ مال میں جوتیاں گھسنے کو زندگی کی اصل انجوائمنٹ سمجھتی ہیں اور سسرال والوں کو بھاڑ میں ڈالنے کا شرف بھی انھی کو حاصل ہوتا ہے۔

اب شوہر کی دنیا تباہ ہو یا آخرت، کسے پروا ہوتی ہے، ایسے میں شادی والا 'علاج' خود لاعلاج ہی ہوتا ہے۔

یہاں تک پڑھ کر لڑکیوں کی ماؤں کے چہرے پر بھی اتار چڑھاؤ آنے لگا ہوگا۔

اصل مسئلہ یہی تو ہے۔ حالات بہتر کرنے کے لیے درست سمت آزمانے کے بجائے مخالف سمت کو ہی ترجیح دی جاتی ہے۔ لڑکوں کی مائیں نکمی لڑکیوں کی کہانیاں سناتی نظر آتی ہیں اور لڑکیوں کی مائیں نکمے لڑکوں کی داستانیں۔

اپنے اپنے تئیں اگر علاج شادیوں کے بجائے شروع سے تربیت کرکے کیا جائے تو نتائج دونوں گھرانوں کے لیے سکھ چین کی صورت میں نکلتے ہیں۔

ورنہ شادی کو علاج سمجھنے والے ایک کے ساتھ دوسرے کی زندگی بھی برباد کردیتے ہیں۔

ماں باپ جب خود ناکام ہوجاتے ہیں تو دوسروں سے امید لگاتے ہیں کہ شاید آنے والا یا آنے والی اس کا علاج و تدارک کرسکے۔ بے شک بگاڑ کم ہو یا آنے والا یا بیاہ کر لے جانا والا بہت باہمت ہو تو کبھی کبھی نتائج مثبت بھی نکل آتے ہیں، مگر یاد رکھیے گا کہ پھر پھل بھی انھی کے دامن میں گرتا ہے جو پودے کی دیکھ بھال کرتا ہے، لیکن پھر شکوہ شکایت کی یہاں بھی لمبی فہرست تیار ہوتی ہے۔

ایک بات اور یاد رکھنے کی ہے، جیسی روح ویسے فرشتے کی مثال تو آپ نے سنی ہوگی تو نکموں کے لیے نکمیاں اور نکمیوں کے لیے عموماً نکمے ہی گلے کا ہار بنتے ہیں۔ ہاں کبھی یہ نکمے، یا نکمیاں کسی نیکوکار کے گلے میں پڑ جائیں تو سمجھ لیجیے کہ یہ اس نیکوکار پر آزمائش کا دروازہ کھولا گیا ہے کہ دیکھا جائے کہ کتنا ثابت قدم رہتا ہے، سو اس پر وقت و حالات کے تحت صبر بھی کیا جاسکتا ہے اور راستہ علیحدہ بھی کیا جاسکتا ہے، مگر شادی کا لڈو کھلانے سے پہلے، نکمے اور نکمیوں کی شوگر ضرور ٹیسٹ کرالیا کریں، ورنہ کریلے کھلا کھلا کر آپ کی زندگی کا ذائقہ ضرور کڑوا کردیا جائے گا۔

☆☆☆

شادی میں دینے کے لیے ایک قیمتی تحفہ

دُلہا دُلہن نیک ہوں گے تو ایک بھی ہوں گے اِن شَاءَاللّٰہُ تعَالیٰ

نیکی کی طرف مائل کرنے میں مددگار کُتب

تحفہ دُلہن: سادہ ایڈیشن -/250، اعلیٰ ایڈیشن -/500

تحفہ دُلہا: سادہ ایڈیشن -/195، اعلیٰ ایڈیشن -/360

تحفہ دُلہن

- خوشگوار زندگی کے سنہری اصول
- کامیاب بیوی کی 6 خوبیاں
- سسرال میں خوش رہنے کی تدابیر
- ایک ماں کی 10 وصیتیں

تحفہ دُلہا

- نیک بیوی کے لیے دعائیں
- پُرسکون زندگی بنانے میں مددگار
- باہمی محبت اور جھگڑوں سے حفاظت کی تدابیر

آئیں! مل کر کتاب دوستی کو فروغ دیں اور اس پیغام کو عام کریں۔

مستند مجموعۂ وظائف اب موبائل ایپلی کیشن میں بھی دستیاب ہے۔

GET IT ON Google Play

بیتُ العِلم

کراچی فون: 021-32726509، موبائل: 0309-2228089

لاہور فون: 042-37112356

Visit us: www.mbi.com.pk maktababaitulilm

شلجم کا اچار ہے؟

حفصہ اکبر۔ کراچی

پٹنہ میں ایک مولوی صاحب وعظ فرما رہے تھے، جس میں ''لاتنابزوا بالالقاب'' کی تفسیر کے سلسلے میں انھوں نے یہ بھی فرمایا کہ کسی کی چڑ نہیں ہونی چاہیے جس سے دوسرا شخص چڑ جائے۔

مجلسِ وعظ میں ایک مقامی تحصیل دار صاحب بیٹھے تھے۔ انھوں نے پاس بیٹھے ہوئے ایک صاحب سے کہا: ''ہونہہ بلاوجہ کی بات ہے، اگر کوئی شخص کسی کو چڑانے کی کوشش کرے اور وہ نہ چڑے تو کوئی بات نہیں۔''

مخاطب نے جواب دیا: ''نہیں حضرت! آدمی چڑ ہی جاتا ہے، اس سے تغافل کرنا بڑا مشکل ہے۔''

تحصیل دار صاحب اپنی ضد پر اڑے رہے تو دوسرے شخص نے خاموشی اختیار کر لی۔

دو چار منٹ گزرے تھے کہ اس شخص نے تحصیل دار صاحب سے پوچھا:

''کیوں صاحب! آپ کے ہاں شلجم کا اچار ہے؟''

جواب ملا: ''نہیں صاحب، میرے پاس شلجم کا اچار نہیں ہے۔''

دو منٹ کے بعد اس شخص نے پھر تحصیل دار سے سوال کیا: ''کیوں صاحب! آپ کے پاس شلجم کا اچار ہے؟''

تحصیل دار صاحب نے جواب دیا: ''بھائی! میں عرض کر چکا ہوں کہ نہیں ہے۔''

سوال کرنے والے شخص 'بہت خوب' کہہ کر چپ ہو گئے۔

لیکن ابھی پانچ منٹ بھی نہ گزرے تھے کہ پھر پوچھا:

''تحصیل دار صاحب! آپ کے ہاں شلجم کا اچار تو ہوگا؟''

اب تو تحصیل دار صاحب برہم ہو گئے اور کہنے لگے: ''کیا آپ مجھے مسخرہ سمجھ رہے ہیں، تین دفعہ تو کہہ چکا ہوں کہ شلجم کا اچار نہیں ہے لیکن آپ برابر وہی بات پوچھے جا رہے ہیں۔''

اس شخص نے معافی مانگی اور خاموش ہو گیا لیکن ابھی دو منٹ ہی ہوئے تھے کہ اس نے پھر وہی سوال دہرایا: ''کیوں صاحب آپ کے پاس شلجم کا اچار ہے؟''

اب تحصیل دار صاحب کے صبر پیمانہ لبریز ہو گیا، کہنے لگے: ''عجیب بدتمیز ہو تم! یہ کیا بکواس ہے، شلجم کا اچار ہے؟ شلجم کا اچار ہے؟''

ساری مجلس وعظ ان کی طرف متوجہ ہو گئی، مولوی صاحب نے وعظ روک دیا تو اس شخص نے فقط اتنا کہا کہ میں نے تو صرف یہ پوچھا ہے کہ شلجم کا اچار ہے؟

اب تو تحصیل دار صاحب نے جوتا پکڑ لیا۔

آگے آگے وہ شخص اور پیچھے پیچھے تحصیل دار صاحب بھاگتے ہوئے مجلس وعظ سے نکل کر بازار میں پہنچ گئے۔

وہ شخص بار بار پیچھے مڑ کر پوچھتا کہ شلجم کا اچار ہے؟

تحصیل دار صاحب ہفوات بکتے ہوئے اس کو مارنے دوڑتے۔ یہاں تک کہ شلجم کا اچار شہر بھر میں مشہور ہو گیا۔ تحصیل دار صاحب جدھر سے گزرتے، لوگ بہانے بہانے سے شلجم کا اچار کا ذکر چھیڑ کر انھیں چڑاتے اور وہ چڑ کر لڑنا شروع ہو جاتے۔

☆☆☆

ہم کسی سے کم نہیں

ایک نوجوان اپنے والد کے ساتھ کار میں کہیں جا رہا تھا۔ والد کار چلا رہے تھے، اس لیے کار بالکل آہستہ چل رہی تھی۔ والد اپنے بیٹے کو آج کل کے نوجوانوں کی خامیوں اور لاپرواہیوں سے آگاہ کر رہے تھے کہ وہ کس قدر تیز رفتاری سے موٹر سائیکل اور کاریں چلاتے ہیں۔ اتنے میں اچانک ایک بچہ سائیکل چلاتے ہوئے کار کے سامنے آ گیا۔ کار چونکہ کم رفتار تھی، اس لیے والد نے آسانی سے بریک لگا دیئے اور بچہ کار کی زد میں آنے سے بچ گیا۔ والد نے اپنی نصیحتوں کے ثبوت میں بیٹے کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ ''دیکھا تم نے یہ تو میں کار چلا رہا تھا اور وہ آہستہ تھی لہٰذا حادثہ نہیں ہوا، اگر میری جگہ کار تم چلا رہے ہوتے تو یقیناً بچے کو روندتے ہوئے گزر جاتے۔''

''ڈیڈی! اگر میں کار چلا رہا ہوتا تو ایک گھنٹہ پہلے اس جگہ سے گزر چکا ہوتا۔''

بیٹے نے بڑے اطمینان سے جواب دیا۔

مرسلہ: محمد عدنان، کراچی

وسیع رحمت والا

خدیجہ محسن

لڑائیاں، جھگڑے، چھوٹی چھوٹی بات کو دل پر لے لینا، کسی کا دل دُکھا دینا، کسی کو ایذا پہنچانا، کسی کی عزت پر کیچڑ اچھالنا، بات کو بڑھا چڑھا کر بیان کرنا، یہ وہ چند چیزیں ہیں جو ہم دنیا میں اپنے اردگرد ہوتا ہوا روز دیکھتے ہیں اور اس دوران میں لوگوں کو ایک دوسرے سے رحم کرنے کی درخواست کرتے نظر آتے ہیں مگر دنیا بہت خود غرض ہے۔ یہاں آسانی سے معافیاں نہیں ملتیں۔ یہاں فاصلے فوراً نہیں مٹ جایا کرتے۔ یہاں چھوٹی چھوٹی بات پر بھی معاف کرنے کو انا کا مسئلہ بنا دیا جاتا ہے جبکہ اللہ رب العزت جن کے صفاتی ناموں میں الرحمٰن یعنی وسیع رحمت والا شامل ہے آپ بڑی سے بڑی نافرمانی کو بھی فوراً معاف کردیتے ہیں۔

الرحمن مبالغے کا صیغہ ہے اور جہاں مبالغے کا صیغہ استعمال ہوجائے اس سے مراد ہوتا ہے کہ مقدار میں بہت زیادہ ہونا۔ اس سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ اللہ رب العزت کتنا رحم کرنے والا ہے۔

اور واقعی اللہ رب العزت ہمارے بڑے سے بڑے گناہوں کو بھی معاف کردیتے ہیں، ہر طلوع ہوتے ہوئے سورج کے ساتھ ہمیں موقع دیتے ہیں کہ ہم زندگی کو بامقصد طریقے سے گزار لیں۔ وہ ہمیں گناہ کرنے کے باوجود بھی رزق دیتے ہیں۔ ہم سے نعمتیں واپس نہیں لیتے، ہماری پردہ پوشی کرتے ہیں!

کیا کبھی آپ نے انسان کو اس طرح رحم کرتے دیکھا ہے؟ اس لیے انسانوں سے رحم کی امید رکھنا چھوڑ دیں۔ انسان کسی حال میں راضی نہیں ہوتے۔ ہاں دوسرے لوگ اگر معاف نہیں کرتے تو آپ چھوٹی چھوٹی بات پر مسئلہ بنانے کی بجائے درگزر کرلیا کریں۔ کسی کی کوئی بات یا عمل برا لگ جائے تو اس نیت سے دل بڑا کرکے معاف کردیا کریں کہ اللہ تعالیٰ کی نظر میں یہ عمل محبوب ہے۔

یاد رکھیے یہ لوگ، یہ ساز وسامان، یہ محلات سب کچھ دنیا میں رہ جائے گا یہاں تک کہ ہمارے دنیا سے جانے کے چند دن بعد لوگ ہمیں بھول کر اپنی روزمرہ کی زندگی میں مصروف ہوجائیں گے۔ اس وقت قبر میں اگر ہمارے کچھ کام آئیں گے تو وہ ہمارے نیک اعمال ہوں گے جن کی بدولت آخرت کی ہمیشہ کی زندگی ہمارے لیے گل گلزار بن جائے گی۔

آئینہ گفتار

فلزا وسیم

خواتین کا اسلام پہلی بار ۲۰۰۷ء میں پڑھا تھا۔ اداریے تب بھی سب سے پہلے پڑھتی تھی۔ ان دنوں تعمیر فکر کے نام سے اداریہ لکھا جاتا تھا جو اس وقت کے مدیر مسئول محمد احمد حافظ لکھا کرتے تھے، پھر ایک طویل وقفہ آیا اور ۲۰۲۱ء کے آخر میں دوبارہ سے یہ سلسلہ شروع ہوا۔ یوں اداریہ اب بھی سب سے پہلے اپنے نئے اچھوتے موضوعات کے ساتھ توجہ حاصل کرنے میں کامیاب ہے۔

اب اداریہ 'آئینہ گفتار' کے عنوان سے لکھا جاتا ہے۔ آئینہ گفتار میں مدیر صاحب اردگرد ہونے والے اچھے برے واقعات جنھیں ہم دانستہ یا غیر دانستہ طور پر نظر انداز کر جاتے ہیں، ان پر اپنی وقیع رائے اور تبصرہ پیش کرتے ہیں۔

موضوعات منفرد و منتخب تو ہوتے ہی ہیں، دلچسپ بھی بہت ہوتے ہیں۔ روزمرہ بہت عام سی زندگی سے بے حد اچھوتے خیال اخذ کرکے مدیر صاحب ایسے لکھتے ہیں کہ ہم سب کے لیے خاص بنا دیتے ہیں۔

وہ موضوع ہمارا باورچی خانہ بھی ہوسکتا ہے، بچوں کی تربیت بھی، مہنگائی کی دہائی بھی، شادی بیاہ کی بے جا رسمیں بھی، بچوں کے انوکھے نام بھی اور بہت کچھ۔ اُسلوب کبھی تو کشتِ زعفراں، کہیں اداسیوں کا بَن!

مختصراً یہ کہ ایک اچھے اور ذمے دار مدیر کی ذمے داری نبھاتے ہوئے جن موضوعات پر بھی مضامین لکھے وہ ہمارے معاشرے ہی نہیں ہماری کلاس کے بھی ہیں۔

مدیر صاحب کی کتاب آئینہ گفتار ایک ایسا گلدستہ ہے جسے آپ اپنے ڈرائنگ روم میں رکھیں تو مہمان بھی پڑھے گا اور یقیناً گفتار کی اس خوشبو سے جھوم اٹھے گا۔ اسے اپنے بک شیلف میں سجائیں تو یہ منفرد کتاب دور سے اپنی چھب دکھائے گی۔ سفر میں پڑھیں تو سفر اچھا لگے گا۔ اس کتاب کو کہیں سے بھی کھولا جائے، حکمت کے سنہری موتیوں سے سجی مالا نصیب ہوتی ہے۔ ۳۰۳ صفحات کی اس کتاب کا سرورق ہی خوب صورت نہیں، ورق ورق خوب صورت لفظوں کی داستان ہے، جو ہر دو صفحات کے بعد ایک نئے موضوع کو خبر، پیغام اور مزاح سے مزین کیے ملتی ہے۔ مجھے خاص طور پر جس موضوع اور تحریر نے قلم اٹھانے پر مجبور کیا وہ میرا پسندیدہ موضوع اور آپ کی بہترین تحریر عجز وانکسار ہے۔

یہ تحریر پڑھی۔ ایک بار دو بار پھر بار بار جیسے آنکھوں سے نہ رکنے والے آنسو۔ جس کسی نے بھی یہ تحریر پڑھی ہوگی مجھے یقین ہے ایک بار سے زیادہ پڑھا ہوگا۔ بات صرف تحریر میں ربط اور روانی کی نہیں، وضاحت سے سمجھانے کی ہے۔ مثال سے بتانے اور سکھانے کی بھی ہے۔ بہت بڑی بات ہوتی ہے اپنی محنت اور عقیدت کو کسی کے حوالے سے سمجھانا۔

دین، دنیا، فکر آخرت، احساس ذمے داری پر لکھے گئے ان سب مضامین کو پڑھ کر دل سے دعا ہے کہ خداوند کریم آپ کی سعادت مندی کو اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے اور آپ کو خیر کثیر کی نعمت سے مالا مال کرے۔

ج: جزاکِ اللہ خیراً۔ آپ نے بھائی کے لیے اتنے اچھے الفاظ لکھے، نیک تمنائیں ظاہر کیں۔ اللہ رب العزت آپ کو بھی سعادت مند بنائے ہمیشہ عافیت کی چادر میں رکھے، آمین!

☆☆☆

آپ کا دسترخوان

راحت العین

چکن رول:

اجزا: چکن ایک کپ (ابلا ہوا)، رول پٹی/ مانڈہ پٹی 7,8 عدد، نمک ½ چمچ، پسی سرخ مرچ ½ چمچ، کٹی سرخ مرچ ¼، دھنیا پاؤڈر ½ چمچ، کالی مرچ پاؤڈر ¼، میدہ 2 چمچ، پانی 4 چمچ، گھی تلنے کے لیے۔

ترکیب: سب سے پہلے ایک پیالے میں ابلی ہوئی چکن کے ریشے کر دیں۔ اب تھوڑا سا تیل گرم کرکے اس میں چکن ڈال کر بھون لیں۔ چکن بھوننے کے بعد تمام خشک مصالحے ڈال کر پھر بھونیں پھر اس کو پیالے میں نکال کر ٹھنڈا کر لیجیے۔

اب رول پر لگانے والا پیسٹ بنانے کے لیے میدہ اور پانی کو ملا لیجیے۔ رول پٹی کو ترچھا رکھ کر اس پر چکن ڈال دیں۔ دونوں اطراف سے موڑ کر رول بنا لیں۔ ایک کڑاہی میں گھی گرم کرکے رول تل لیجیے۔ رائتے اور کیچپ کے ساتھ پیش کریں۔

ایگ مائیو سینڈوچ:

اجزا: انڈے چار عدد (ابلے ہوئے)، بریڈ آٹھ عدد، مائیونیز پانچ، چھ عدد، نمک حسبِ ضرورت، کالی مرچ (پسی ہوئی) حسبِ ضرورت، لال کٹی مرچ چوتھائی چائے کا چمچ۔

ترکیب: ایک پیالے میں ابلے ہوئے انڈوں کو چھوٹا چھوٹا کرکے ڈال دیں۔ اس میں نمک، کالی مرچ، کٹی لال مرچ اور مائیونیز ڈال کر ملا لیں۔ اب ایک بریڈ کا سلائس لے کر اس پر مائیونیز لگا کر انڈے ڈال دیں اور دوسرے سلائس سے ڈھک دیں اور درمیان سے کاٹ کر کیچپ کے ساتھ پیش کریں۔

بریڈ پیزہ

اجزا: بریڈ چار عدد، چکن 300 گرام (ہڈی کے بغیر)، نمک حسبِ ضرورت، سرخ مرچ ½، کٹی سرخ مرچ ¼، تکہ مصالحہ ¼ چمچ گھی دو، تین چمچ، چیڈر/ موزریلا پنیر ½ کپ، شملہ مرچ کیوب میں کاٹیں، اولوز (Olivs) تین، چار چمچ۔

ترکیب: سب سے پہلے چکن کو بنانا شروع کرتے ہیں۔ گھی گرم کریں۔ چکن کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے کرکے فرائی پین میں ڈال کر رنگ تبدیل ہونے تک پکنے دیں، پھر اس میں تمام خشک مصالحے ڈال کر بھون لیں۔ تین سے چار منٹ کے بعد تھوڑا پانی ڈال دیں کہ چکن گل جائے۔ جب چکن گل جائے تو اس کا پانی خشک کر دیں اور پلیٹ میں نکال کر ٹھنڈا کر لیں، پھر بریڈ لیں، اس پر کیچپ یا پیزا ساس لگا کر رکھیں، پھر چکن لگا دیں اور پنیر ڈال دیں۔ اس پر شملہ مرچ اور زیتون وغیرہ ڈال دیں۔ ایک توے پر پلیٹ الٹی کرکے رکھ دیں۔ اس پر پیزا رکھ دیں، اسٹیل کے پیالے سے ڈھک کر تین، چار منٹ پکائیں تاکہ پنیر اچھی طریقے سے بریڈ پر لگ جائے۔ ذائقے دار بریڈ پیزہ تیار ہے۔

آئینہ گفتار

مقبروں کی چھاؤں میں رہتی مساجد

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

جیسے کوئی یتیم مسکین بچہ کسی سخی کی نظرِ کرم اور دستِ شفقت میں پلتا بہرحال اس کے بچوں سے الگ ہی نظر آتا ہے۔

صاف پتا چلتا ہے کہ نوالہ کھلانے والا کون اور کھانے والا کون ہے۔

خبر گیری کرنے والا اور اس کے بچے دل کے کتنے ہی اچھے ہوں، ساتھ ہی کیوں نہ بیٹھے ہوں بہرحال الگ ہی پہچانے جاتے ہیں۔

چمکتی آنکھیں، چہرے پر چمچماتے اعتماد کی چھب، فخر سے گردن تنی اٹھی۔

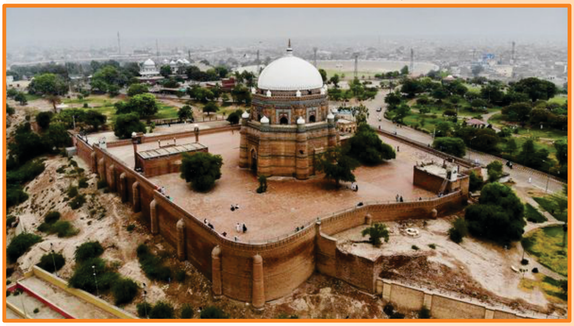

جبکہ اُن کی چھاؤں میں دبکا سمٹا، کچھ سہما جھکا، بجھا بجھا کمزور سا یتیم اُن سے الگ ہی پہچانا جاتا ہے۔

سو کچھ اسی طرح؛ ہندوپاک میں مساجد بھی (معاذاللہ) مقبروں اور مزاروں کی کریمانہ چھاؤں میں رہتی پلتی نظر آتی ہیں۔

جھکی جھکی بجھی بجھی نحیف سی جیسے بس اچانک کسی ''سخی'' کو خیال آ گیا ہو کہ چلو ثواب کے لیے اِس یتیم کو بھی ساتھ رکھ لیتے ہیں۔

ہم نے اندرونِ سندھ، ملتان اور لاہور کے کچھ مزارات کی تو زیارت کی، البتہ ہندوپاک کے مشہور مزارات اور مقبروں کو تصاویر میں دیکھا کہ شاہ رکنِ عالم رحمہ اللہ تعالیٰ کا مزار ہو یا ملکہ ممتاز محل کا مقبرہ تاج محل، سنگ خارہ پر مرمریں گل بوٹوں کلیوں سے منقش عمارات اپنے سر پر من موہنے گنبد کا سنہری تاج رکھے، ساتھ پرشکوہ میناروں کے دربان ساتھ لیے یوں طنطنے سے کھڑی ہوتی ہے جیسے ایک سندر دلھن ہے، جس کے اردگرد ایک خلقت جمع اُس کی سندرتا کو خراجِ تحسین اور سلامی پیش کر رہی ہے۔

جبکہ اُن کی چھاؤں میں مساجد کو دیکھیں تو شکل وصورت ہی نہیں اعمال کے اعتبار سے بھی اللہ معاف فرمائے اجاڑ، ویران، زبوں حال۔

بالکل ایسے جیسے دلھنوں کی بخشش لینے والی گھر کی کام والیاں اس کے قریب ہی مسکین سی شکل بنائے کھڑی ہوتی ہیں۔

نعوذ باللہ من ذٰلک۔

اور پھر جیسے دلھن کو سلامی دی جائے تو اس کے صدقے میں گھر کی کام والیاں بھی مستفید ہوجاتی ہیں، سو کچھ اسی طرح مزارات مقبروں کی چھایا میں کھڑی ان مساجد کا انتظام وانصرام بھی دلھن کو ملی سلامی سے چل ہی جاتا ہے۔

یہ مناظر جب بھی دیکھے اور ابھی ابھی ایک تصویر دیکھی تو شدت سے قرآن کریم کی وہ آیت یاد آئی جو ہمیں قرآن کی سب سے زیادہ دل کو پاش پاش کردینے والی آیت کریمہ لگتی ہے: وَمَا قَدَرُوا اللّٰہَ حَقَّ قَدْرِہٖ.

''انھوں نے ہماری ویسی قدر نہ کی جیسا قدر کرنے کا حق تھا۔''

یہ رب کائنات خود شکوہ فرما رہے ہیں۔

اور یہ بھی سچ ہے کہ اللہ کے اِن دوستوں کو اس بات سے بہت حیا آتی ہوگی کہ ان کی قبر پر تو غیر مسنون سنہری قبے، تام جھام اور برابر کھڑی اُن کے رب کے نام سے منسوب مسجد اس حال میں جیسے یتیم کو استعمال شدہ لباس مارے باندھے پہنا دیا ہو۔

یہ سطور ایک بے ساختہ نوحہ ہیں جو ابھی ابھی ایک مزار کی تصویر دیکھ کر دل سے نکلا۔

عرض ہے کہ موضوع مزارات یا مساجد کا تقابل نہیں کہ اس پر تو بات ہوتی رہتی ہے، اس وقت موضوع خاص مزارات کے احاطے میں موجود مساجد ہیں، جو اے کاش نہیں بنائی جاتیں اور بے ادبی سے بچ جاتیں۔

ان بے چاریوں کے لیے نہ ظاہری خوبصورتی ہے اور نہ اُن کے نصیب میں کسی جبیں میں تڑپتے سجود ہی ہیں۔

اللہ تعالیٰ ہمیں معاف فرمائے اور کسی بااختیار دردمند کو اس کا احساس ہوجائے۔

والسلام

مدیر مسئول

محمد فیصل شہزاد

بزمِ خواتین

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

☆ شمارہ ۱۰۶۷ کا سرورق دیکھ کر ہمیں سردی لگنے لگی۔ ''میری اقصیٰ کو تاراج کیا تم نے!'' پڑھتے ہوئے دل خون کے آنسو رو دیا۔ محترمہ ام محمد سلمان کی تحریر پڑھ کر پرندوں سے محبت محسوس ہوئی۔ محترمہ قانتہ رابعہ کی تحریر 'حاضری' میں عقیلہ کے عمرے پر جانے کی تشنگی باقی رہی اور تحریر ختم ہوگئی۔ 'بانٹ لیجیے' میں اہم سبق موجود ہے۔ میں بہت شکر گزار ہوں محترمہ عنبر نفیس کی کہ حفظ کے حوالے سے ان کا اتنا شاندار اور مفید مضمون ہے میرے لیے کہ کیا بتاؤں، اللہ جزائے خیر دے۔ 'فراق کیا ہے' پڑھ کر دعا کی کہ اللہ میاں ہمیں جنت میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دیدار نصیب فرمائیں، آمین!

(بنت البحر۔ ٹنڈو آدم)

ج: آمین ثم آمین۔ اللہ تعالیٰ سب کو نصیب کردے۔

☆ خواتین کا اسلام اور بچوں کا اسلام کی چار سال سے خاموش قاریہ ہوں۔ دونوں رسائل بہت پسند ہیں۔ پچھلے شمارے میں کہانی 'ہائے میری المارئ' بہت اچھی تھی۔ اس سے بہت کچھ سیکھنے کو ملا۔ 'اداس بھری مسکراہٹ' اچھی تھی اور مدیر چاچو میں نے پہلے خط بھیجا تھا آپ نے میرا خط شائع نہیں کیا اور میں خط کا انتظار کرتی رہی۔ میں اپنی بہنوں کو کہتی ہوں کہ تمھارے خط چھپتے ہیں، میرا خط کیوں نہیں آتا! میں نے پھر قلم اٹھایا ہے مدیر چاچو! اسے ردی کی ٹوکری سے بچایئے گا۔ (نام نہ پتا)

ج: آپ کا خط نہیں ملا ہوگا ورنہ ضرور شائع ہوتا۔ ابھی بھی خط کے ساتھ نام پتا نہیں لکھا ہوا۔ شاید آپ نے دوسرے صفحے پر لکھا ہو یا نام والا حصہ پھٹ کر لفافے میں رہ گیا ہو! بہرحال اب لکھتے رہیے گا۔

☆ شمارہ ۱۰۶۷ ہر لحاظ سے بہت اچھا رسالہ تھا لیکن دستک کی کمی محسوس ہو رہی تھی۔ قرآن و حدیث پڑھ کر 'خواتین کے دینی مسائل' سے بہت فائدہ ہوا۔ 'میری اقصیٰ کو تاراج کیا تم نے' بہت ہی پرتاثیر نظم تھی۔ ویسے بار رسالے میں چار نظمیں تھی، چاروں شاندار۔ 'پرندے' بہت ہی پسند آئی۔ 'حاضری' کہانی پڑھ کر بے اختیار آنکھوں میں آنسو آگئے کہ کبھی تو ہم بھی طوافِ زیارت کر رہے ہوں گے۔ 'بانٹ لیجیے' واقعی اگر پریشانی اللہ کو سپرد کردیں تو اللہ اس پریشانی کو دور کرتے ہیں۔ 'مفلس' ایک دکھی کردینے والی کہانی ہے۔ 'بزم خواتین' چھ خط تھے لیکن دو خطوط کے جواب دیے ہوئے تھے۔ ہم نے بھی صرف دو خطوط پڑھے۔ بغیر جواب کے خط پڑھنے کا مزہ ہی نہیں آتا۔ مدیر چاچو! ہمیں آپ کے انٹرویو کے بعد جو بھی انٹرویو ہوئے کچھ زیادہ پسند نہیں آئے۔ اب کوئی بہت ہی پرمزاح انٹرویو ہونا چاہیے۔

(حور عینا بنت محمد الیاس۔ ٹھل نجیب)

ج: لیجیے یہ نئی بات پتا چلی۔ جواب ہو تو خط پڑھے جاتے ہیں ورنہ نہیں، ایسا نہیں ہونا چاہیے۔ تبصروں کی اپنی اہمیت ہوتی ہے۔ یہ ہر تبصرے کا جواب لکھنے کا رواج تو ہم نے شروع کردیا، پہلے تو ایسا نہ تھا۔ پھر بہت سارے تبصروں میں کوئی جواب طلب بات ہوتی ہی نہیں تو جواب کیا لکھیں، اچھا جہاں تک مزاحیہ انٹرویو کی بات ہے تو پرمزاح انٹرویو آپ ہی کا نہ کرلیں؟!

☆ شمارہ ۱۰۶۵ کے سرورق پر خوب صورت تتلی، پھولوں کا رس چوستی بہت پیاری لگ رہی ہے۔ 'آئینہ گفتار' میں مدیر ماموں 'لفظی ناانصافیاں' اجاگر کرتے ہوئے 'دو الفاظ بتایئے' نامی مطالبہ کرتے نظر آئے۔ واقعی یہ بہت بھونڈا لفظ ہے۔ معاشرے میں جڑ پکڑتے اس امتیازی سلوک کو اب ختم ہونا چاہیے۔ 'سخاوت اچھی موت کا سبب' اچھی تحریر ہے۔ اللہ جی ہمیں سخاوت کا عادی بنائیں، آمین۔ 'طوطا رشتے' پرمزاح تھی۔ وی آئی پی پروٹوکول طوطے سے شاید ہضم نہ ہوا سو وہ واپسی کا ٹکٹ کٹا گیا۔ سبق بھی بہت خوب ملا کہ ہر رشتے کو اس کے 'مقام' پر رکھا جائے تو اپنا سکون بھی باقی رہتا ہے۔ 'بزم خواتین' میں سب سے پہلے والدہ کا تبصرہ دیکھا تو خوش ہوگئے۔ آپی یسریٰ زبیر نے ہمارے خط کو پسند کیا، خوش رہیں، سدا مسکراتی رہیں۔

(اقرا ٔ فرید۔ پنڈی گھیب، اٹک)

ج: اس بار تو آپ دونوں ماں بیٹی کے تبصرے ایک ساتھ شائع ہو رہے ہیں۔ ماشاء اللہ! جیتی رہیں۔

☆ 'خواتین کے دینی مسائل' سے بہت رہنمائی ملتی ہے۔ مفتی صاحب کے علم، عمر اور عمل ورزق میں اللہ برکت ڈالے۔ 'اپنی ذات کے لیے' میں صائمہ اکرم صاحبہ نے بہت اہم سبق ہم نشین کیا۔ ہمیں بھی شادی سے پہلے گھر کے کاموں سے بہت چڑ ہوا کرتی تھی اور پھر امی کراتی بھی نہیں تھیں۔ جب سر پر ذمے داری پڑی تب بہت مشکل ہوئی۔ 'حفظِ قرآن کیوں اور کیسے؟' میں بہت اہم نکات بتائے جا رہے ہیں۔ 'مفلس کون؟' نے حلال حرام کی تمیز سکھائی۔ 'فکر' نے بتایا کہ انسان واقعی کسی حال میں بھی خوش نہیں رہتا۔ کوئی پوچھے تب بھی اور اگر نہ پوچھے تب بھی!

(ع، ز، ام رمیصاء۔ پشاور)

ج: بس اپنی غلطیوں سے اگر انسان سیکھ جائے تو بڑی بات ہے۔ آپ عزم کرلیجیے کہ اپنی بچیوں کے ساتھ شفقت کے نام پر یہ ظلم نہ کیجیے گا۔

☆ آئینہ گفتار 'آغوشِ مادر' میں کولیگ والی بات پڑھ کر استغفر اللہ کہا۔ 'بچے ہمارے عہد کے' انتہائی قابل تعریف تحریر تھی۔ 'ایک نیک روح' اہلیہ کی نیکیوں کو یاد رکھ کر قیمتی الفاظ میں اپنی اہلیہ کو خراج تحسین پیش کیا۔ اللہ ان کی اہلیہ کے درجات بلند فرمائے۔ 'ہائے میری المارئ' کی یہ بات بہت اچھی لگی کہ چیزیں انسانوں کے لیے ہوتی ہیں انسان چیزوں کے لیے نہیں ہوتا۔ واقعی اگر انسان صبر کرنا سیکھ جائے تو کوئی بات مشکل نہیں لگتی۔ 'خوشبو جیسے لوگ ملے افسانے میں' کتنی عظیم اور حوصلے والی خاتون ہیں۔ 'حفظِ قرآن کیوں اور کیسے؟' تجربات کی روشنی میں ایسے والدین کے لیے سبق آموز اور بہترین تحریر۔ حصارمت توڑ' شرعی پردے کے بارے میں قیمتی سبق سکھاتی تحریر ہے۔ 'ٹھیس نہ لگ جائے' باجی بہت اچھے انداز میں ہمیں سمجھاتی ہیں۔ اللہ ہمیں ان کی قیمتی باتوں پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے آمین۔ عالیہ باجی سے غائبانہ مل کر ہمیں بھی بہت خوشی ہوئی۔

(اُمِّ اَحمد سعید۔ پنڈی گھیب)

ج: باجی جان عالیہ سے بالمشافہ ملاقات کرکے بہنوں کو اور زیادہ خوشی ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کے ایمان وعزت میں، عمر وعافیت میں خوب برکتیں عطا فرمائے، آمین!

لاہور والے ہوجائیں تیار!!

روزانہ صبح 10 تا رات 9 بجے

ایکسپو سینٹر، نزد ایمپوریم مال، جوہر ٹاؤن، لاہور

رابطہ نمبر: 0335-1620824

اساتذہ اور والدین سے گزارش ہے کہ مطالعے کا ذوق وشوق پیدا کرنے کے لیے بچوں کے ہمراہ بک فیئر میں ضرور تشریف لائیں

لاہور انٹرنیشنل ایکسپو بک فیئر

ہمارے اسٹال پر محمد فیصل شہزاد، آئی جی غلام رسول زاہد، حافظ جی، کاوش صدیقی، نذیر انبالوی، ابوحنظلہ سعدی اور دیگر معروف لکھاری بھی موجود ہوں گے۔

11 مارچ بروز جمعہ تا 13 مارچ بروز اتوار

آپ اپنے پسندیدہ ادیبوں سے ملاقات کرسکیں گے، ان کی کتابیں آٹو گراف کے ساتھ خرید سکیں گے۔

دوزخ

شازیہ نور

وہ پانچ ماہ پہلے ہی ہمارے محلے میں آئی تھیں مگر اس دوران میں کبھی ہم میں سے کوئی اُن کے گھر گیا نہ ہی ان کے گھر ہی سے کوئی ہمارے گھر آیا۔

ایک خاموشی سی چھائی رہتی تھی اُس گھر پر، اور اس کی وجہ ہمیں یہی سمجھ آتی تھی کہ اس گھر میں کوئی بچہ نہیں تھا۔ میں جب بھی اپنی دوسری ہمسائیوں سے اس گھر کی مکینوں کے بارے میں بات کرتی تو سب مشکوک سے لہجے میں اظہار خیال کرتیں۔

اس گھر سے روزانہ دو لڑکیاں نکلتی ہیں۔ چھوٹی والی کا نام نادیہ ہے اور بڑی والی کا سعدیہ۔ معلوم نہیں کہاں جاتی ہیں؟ شام کو واپس آتی ہیں! گھر میں صرف اُن کی والدہ ہوتی ہیں۔''

رخسانہ نے کسی نہ کسی طرح ان کے گھر کی سن گن لے لی تھی۔

''بھئی مجھے تو بہت مشکوک سے لگتے ہیں یہ لوگ۔''

ریحانہ نے بھی عجیب سے لہجے میں کہا۔

''کسی دن ان کے گھر نہ چلیں۔'' میں نے رائے دی۔

''نہ بابا نہ...... میرے میاں نے تو سختی سے منع کیا ہے اس گھر میں جانے سے، نجانے کیسے لوگ ہیں؟'' شائستہ چہرے پر بناوٹی خوف طاری کر کے بولی۔

''اچھا چلو چھوڑو، ہمیں جب اصل بات کا نہیں پتا تو ہم کیوں غلط رائے قائم کریں۔''

میں انھیں پیٹھ پیچھے بات کرنے سے منع کرتی رہتی تھی۔

پھر بھی آئے دن یہی ہمارا موضوع رہتا۔ ایک روز اچانک ہی خبر ملی کہ ان دو میں سے ایک لڑکی نادیہ کا انتقال ہو گیا ہے......! جس نے بھی یہ خبر سنی دھک سے رہ گیا۔

''وہ تو بہت چھوٹی تھی ابھی، وہ کیسے مر گئی؟ کیا ہو گیا اچانک؟''

سارے محلے کے لوگوں میں تشویش پھیل گئی۔

اب اس موقع پر تو جانا ہی تھا سو میں ہمسائیوں کو لے ان کے گھر پہنچی۔

نادیہ کی ماں صبر کا پہاڑ بنی ہوئی تھی۔ بالکل خاموش خشک آنکھیں۔ بس اپنی بیٹی کے مردہ چہرے کو دیکھے جا رہی تھی۔

''کیا ہوا اسے؟'' میں نے سعدیہ سے سوال کیا۔

''بیمار تھی، سال ہو گیا تھا، مر گئی۔'' ٹوٹے پھوٹے الفاظ میں سعدیہ نے جواب دیا۔

''کیا بیماری تھی؟'' میں نے لہجے میں غم بھر کر کہا۔

''کینسر۔'' اس نے مختصراً جواب دیا۔

''اوہ۔'' مجھے دھچکا سا لگا۔

''اسے علاج کے لیے روزانہ اسپتال لے جاتی تھی، ابو بھی نہیں ہیں، امی پڑھی لکھی نہیں، میں اسے ہسپتال چھوڑ دیتی تھی اور خود سکول میں پڑھانے چلی جاتی تھی۔ اب مجھے اکیلے جانا پڑے گا۔'' وہ جیسے خواب کی حالت میں بول رہی تھی۔

میں کانپ کر رہ گئی اور دل میں احساسِ ندامت کی وجہ سے سعدیہ کے چہرے کو دیکھنے کی بھی تاب نہ رہی۔

واپس آتے ہوئے میں نے اپنی ہمسائیوں سے کہا: ''دیکھیں اصل بات کیا تھی اور ہماری غلط سوچ نے اسے کیا بنا دیا، سچ ہے کہ ہم نے اس مشکل وقت میں ہمسائیگی کا حق تو کیا ادا کرنا تھا، الٹا بدگمانی پال لی؟''

وہ لوگ بھی نہ صرف شرمندہ نظر آ رہی تھیں بلکہ ان کے نہ تھمنے والے آنسو اپنے گناہ کا اقرار کرتے نظر آ رہے تھے۔

اے جانِ عم!

(پیاری بھتیجی کی شادی کے موقع پر چاچا کے تاثرات)

ایوب اسماعیل

اے میری جانِ عم! ابھی کل ہی کی تو بات لگتی ہے کہ جب ایک ننھی سی پری میری آغوش میں خوشبو بکھیر رہی تھی اور میں حیرت اور مسرت کی ملی جلی کیفیت میں تھا۔ برسوں بعد ہمارے گھر میں کسی بچی کی قلقاریاں گونجی تھیں۔

اسے روتے ہوئے چپ کرانا، بائیک پر گھماتے ہوئے اسے اس کی من پسند چیزیں دلانا اور پھر اس کی کھلکھلاتی ہنسی میں اپنی خوشیاں تلاشنا اس دورِ آشوب میں کسی نعمت سے کم نہیں تھا اور آج یہ دن آیا ہے کہ وہ ننھی پری آج ہمارے شانوں کے برابر آ کھڑی ہوئی ہے۔

لیکن اب اس کی پرواز کا وقت ہو گیا ہے۔ اسے اب کسی اور کے آنگن میں جگمگانا ہے۔ یہی تو زمانے کا دستور ہے۔ اچھا تو بہت لگتا ہے مگر ایک اداسی بھی تو دل پر چھا جاتی ہے کہ اب چاچا کہنے والی آواز روز نہیں سنائی دے گی۔ ہاں مگر دل کو تسلی ہے کہ اس کا شریکِ زندگی اس کو ہماری کمی نہیں محسوس ہونے دے گا۔ اسے اُس گھر میں بڑوں کی کمی بھی محسوس نہیں ہوگی مگر سب سے پہلے یہ اسی کا فرض بنتا ہے کہ وہ اس گھر کو اپنا سمجھے۔ انھیں یہ احساس نہ ہونے دے کہ وہ کسی پرائے گھر سے آئی ہے اور نہ ہی کسی ایسے گھر سے جنھیں گھر اور گھر والے جوڑنے نہیں آتے۔

حقیقت میں اس سے زیادہ یہ ہمارا بھی امتحان ہے کہ ہم نے اسے کن خیالات کے ساتھ پروان چڑھایا ہے اور نئے گھر میں اپنا مقام بنانے کے لیے اس کی کیا تیاری کی ہے!

خیر مجھے اللہ تعالیٰ کی ذات سے پوری امید ہے کہ ہماری بچی ہمیں بھی اور خود کو بھی اس امتحان میں سرخ رُو کرے گی۔

اللہ سے دعا ہے اے جانِ عم! تمھیں اس نئے سفر میں کامیابی اور استحکام عطا ہو۔ تمھاری نئی زندگی کے لیے بہت دعا گو!

تمھارا چاچا

☆☆☆

Haft Roza "Khawateen Ka Islam" Regd.No:MC1437

نظر کی حفاظت

اُمِّ اَحمد

نظر کی حفاظت کے حوالے سے چند احادیث مبارکہ کے مفہوم ملاحظہ فرمائیے:

(۱) نظر شیطان کا زہریلا تیر ہے، جس کی کسی غیر محرم پر نظر پڑی اور اس نے اپنے اللہ کے خوف سے فوراً ہٹالی، اللہ تعالیٰ اسکے دل میں ایمان کی حلاوت پیدا فرماتے ہیں۔ (رواہ الطبرانی والحاکم وقال صحیح الاسناد)

(۲) جس نے غیر محرم سے نظر پھیر لی اس پر انعام کے طور پر اللہ تعالیٰ اس کو ایسی عبادت سے نوازتے ہیں جس کی حلاوت اس کے قلب میں محسوس ہوتی ہے۔ (رواہ احمد والطبرانی)

حضرات فقہاء رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ: عورت کے مزین لباس کو دیکھنا بھی منع ہے، اس لیے کہ اس سے قلب میں شہوت پیدا ہوتی ہے۔ کیونکہ شیطان کا اثر انسان کے تین اعضاء پر بالترتیب ہوتا ہے، آنکھ، دل، شرم گاہ یعنی نظر سے دل میں شہوت پیدا ہوتی ہے اور وہ بدکاری تک پہنچاتی ہے۔

(۳) بدنظری آنکھ کا زنا ہے۔ (رواہ البخاری ومسلم)

(۴) بروز قیامت ہر آنکھ روئے گی مگر جو بدنظری سے بچی، اور جو اللہ کی راہ میں جاگی، اور جس سے اللہ تعالیٰ کے خوف سے مکھی کے سر کے برابر آنسو نکلا۔ (رواہ الاصبہانی بحوالہ الترغیب والترغیب)

(۵) تم چھے چیزوں کی پابندی کرو تو میں تمہارے لیے جنت کا ضامن ہوں:

(۱) جھوٹ نہ بولو (۲) امانت میں خیانت نہ کرو (۳) وعدہ خلافی نہ کرو (۴) آنکھوں کی حفاظت کرو (۵) ناجائز کاموں سے ہاتھوں کو روکو (۶) اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرو۔

(رواہ احمد وابن حبان فی صحیحہ)

(۶) ایک شخص چلتے چلتے کسی عورت کو دیکھ رہا تھا، سامنے دیوار سے ٹکرا گئی، ناک ٹوٹ گئی، اس نے کہا اللہ کی قسم! میں اس وقت تک خون نہیں دھوؤں گا جب تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنا یہ قصہ نہیں بتالیتا، چنانچہ اس نے حاضر خدمت ہو کر اپنا قصہ بتایا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ یہ تیرے گناہ کی سزا ہے۔

(۷) ایک بار امہات المؤمنین رضی اللہ تعالیٰ عنہن میں سے حضرت ام سلمہ اور حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھیں۔ اچانک حضرت عبداللہ بن ام مکتوم رضی اللہ تعالیٰ عنہ حاضر خدمت ہوئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان دونوں کو پردے کا حکم فرمایا۔ حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے عرض کیا کہ یہ تو نابینا ہیں، ہمیں نہیں دیکھ رہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، کیا تم دونوں بھی نابینا ہو، کیا تم انھیں نہیں دیکھ رہی؟ (رواہ الترمذی)

یہ نفوس مقدسہ جن کے تقدس کی شہادت اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں دی ہے انھیں ایسے پردے کا حکم دیا جا رہا ہے۔

☆☆☆

کیا مجھ کو تم دفناؤ گے؟

زینب حشمت سحر
اسلام آباد

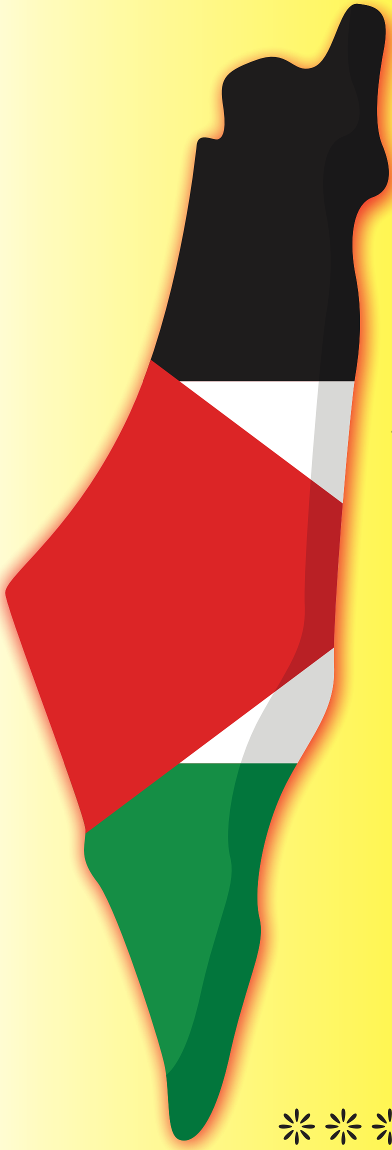

خواب کی میٹھی وادی میں
اک دستک سے میں چونک اُٹھی
اک پھول سا بچہ روتے ہوئے
دہلیز پہ میری بیٹھا تھا
اور آنکھیں اس کی بوجھل تھیں
اور سہما سہما چہرہ تھا
محبت سے آغوش میں لے کر
اس سے یہ میں نے پوچھا تھا
اے پھول سے نازک لال مرے
کیوں درد بھرا ہے آنکھوں میں
جھٹ سے وہ مجھ سے لپٹ گیا
اور روتے روتے کہنے لگا
میں فلسطینی بچہ ہوں
میں مسلم قوم کا بیٹا ہوں
کچھ کہنا تم سے چاہتا ہوں
بابا کو میں نے آنکھوں سے
پل بھر میں مرتے دیکھا ہے
اور جان سے پیاری امی کو
ان ہاتھوں سے دفنایا ہے
تم سے بس پوچھنا چاہتا ہوں
کیا مجھ کو تم دفناؤ گے؟
یا مجھ کو بچانے آؤ گے؟
کیا مجھ کو بچانے آؤ گے؟

❋ ❋ ❋